



سالا نہ چند  
معاونین سے  
غیر مالک سے

بیا دکاریہ عہد ملت حضرت مولانا الحاج افتخار احمد صاحبہ گوی امیر حزب الانصار بھیرہ (بجواب)  
مجاذب

سالا نہ چند  
عوام سے  
طلبہ سے  
فی پرچہ

# حزب الانصار بھیرہ و ادارہ عالیہ

## (انشہ کے دین کے مددگاروں کا گروہ)

اغراض و مقاصد { (۱) اندرونی دبیرونی حملوں سے اسلام کا تحفظ و اشاعت اسلام۔  
(۲) اصلاح رسوم و باقیات شرعیات اسلامیہ، احیاء و اشاعت علوم دینیہ  
(۳) جریہ شمس الاسلام کا اجراء (۴) دارالعلوم عزیزیہ جامع مسجد بھیرہ جو اپنے مختلف شعبوں کے ذریعہ اسلام  
طریق کارہ کی بہترین خدمت انجام دے رہا ہے (۵) مبلغین کے ذریعہ ملک کے طول و عرض میں اسلامی زندگی پیدا کی جا رہی  
ہے (۶) عظیم الشان سالانہ کانفرنس (۷) امیر حزب الانصار کا مبلغین کے ہمراہ سالانہ تبلیغی دورہ (۸) یتیم خانہ (۹) کتب خانہ  
(۱۰) جامع مسجد بھیرہ کی مرمت (۱۱) مسلم نوجوانوں کی تنظیم

### جریدہ کے قواعد و ضوابط

- ۱۔ سالانہ انگریزی ماہ کی گیارہ تاریخ کو پابندی وقت سے شائع ہوتا ہے مضامین ہر ماہ کی پندرہ تاریخ کو وصول ہونے چاہئیں۔ مدیر کا مضمون نگار صاحبان کی رائے کے ساتھ متفق ہونا ضروری نہیں ہے۔
  - ۲۔ اگر کان حزب الانصار کے نام جریہ مفت بھیجا جاتا ہے چند رعیت کم از کم چار آنہ ماہوار یا تین روپیہ سالانہ مقرر ہے۔
  - ۳۔ عام سالانہ چندہ کے معاونین سے طلبہ کے لئے مقرر ہے نمونہ کا پرچہ ہر کے ملک وصول ہونے پر بھیجا جاتا ہے۔
  - ۴۔ سالانہ باقاعدہ جانچ پڑتال کے بعد بذریعہ ڈاک بھیجا جاتا ہے بعض مسائل اس میں تلف ہو جاتے ہیں ایسی صورت میں خریدار کی طرف سے جینڈ کے اخیر تک اطلاع وصول ہونے پر سالانہ دوبارہ بھیجا جاتا ہے اطلاع نہ ملنے کی صورت میں دفتر ذمہ دار نہ ہوگا۔
  - ۵۔ جواب کیلئے جوابی کارڈ یا کٹ آنا چاہیئے۔
  - ۶۔ بی رنگ ڈاک اور خطوط واپس ہوں گے۔
- جملہ خط و کتابت و تبدیل ذریعہ نام: غلام حسین میخیر شمس الاسلام بھیرہ (بجواب) ہونی چاہیئے

### سرخ نشان

دائرہ میں سرخ نشان سالانہ چندہ ختم ہونے کی علامت ہے آئندہ ماہ کا سالہ بذریعہ دی بی ارسال ہوگا جس کے زائد اخراجات سے بچنے کے لئے بہتر صورت یہ ہے کہ آپ اپنا چندہ بذریعہ منی آرڈر بھیجیں خریداری منظور ہو تو اطلاع دیں۔ خدا راوی بی واپس فرما کر ایک اسلامی ادارے کو نافع نقصان نہ پہنچائیں بخط و کتابت کہتے وقت خریداری غیر کا حوالہ ضرور دیں +

(غلام حسین میخیر شمس الاسلام)

مسند الامام

جلد نمبر ۱۸ بابت ماہ جون ۱۹۴۷ء مطابق ماہ رجب شعبان ۱۳۶۶ھ نمبر ۶-۷

حزب الٰہِ نَصْر کے تبلیغی وفد کی سرگرمیاں

۲۲ مئی کو بحیرہ کوڈلر سیرتی مولانا الحاج افتخار احمد صاحب  
گجڑی امیر حزب الانصار و مولانا محمد امین صاحب مبلغ حزب الانصار  
روانہ ہوکر سلطان پور میں پہنچا۔ لیدار ناز محمد امیر حزب الانصار اور مبلغ  
حزب الانصار نے تقریریں کیں اور مسلمانوں کو پیغام نبی کریم صلی اللہ  
علیہ وسلم پہنچایا کہ قوم کی فلاح و بہبودی اسی میں ہے کہ امتداد  
سنت اختیار کر کے غوث شاد نبی الہی حاصل کریں۔

۳۔ رجب بروز ہفتہ وفد چک نمبر ۱۹ میں پہنچا مسلمانوں کو اتفاق  
اور اتحاد کی تلقین کی گئیں۔ یہاں سے روانہ ہو کر چک نمبر ۱۹ میں  
پہنچے۔ من ہر دو گاؤں میں غازیوں کی بہتات اور شہرت کو دیکھ کر  
اہل وفد نے ان کو مبارک باد دی اور ان کو اس میں اشتغال اختیار  
کرنے کیلئے عرض کیا گیا۔ وفد یہاں سے روانہ ہو کر چک نمبر ۲۵  
ڈیرہ جڑ اور خضر آباد سے ہوتا ہوا چک نمبر ۱۸ میں پہنچا۔ حافظ غلام  
صاحب اور مہر شاہ صاحب قرشی کی مساعی سے نہایت شاندار

حلبہ ہوا جس میں مسلمانانِ دہ کو تجارت کرنے پر آمادہ کیا گیا۔ اور ان سے التماس کی گئی۔ تجارت کرو اور سودا و سلف مسلمانوں ہی سے خریدو تاکہ قوم کی اقتصادی و نیا بنید ہو۔ یہاں سے چلکر وفدِ عرب کو گھنولہ میں پہنچا اور اہلباز نماز حافظ محمد سعید صاحب کی صدارت میں حلبہ مقدس ہوا اور مسلمانوں کو نماز روزہ کی تلقین کی گئی۔

یہاں سے مولانا محمد امین مینگہ فریاد افسانہ صریح فحش کہنے لگے۔ اسے موت  
ہوئے چادہ میں پہنچے اور امیر خزانہ انصاری نے حمید کوٹ میں اس میں ادا کیا۔ کوٹ  
میں قبل از انارجمہ تقریر کی اور حضرت علامہ مولانا محمد حنیف صاحب نے نہایت  
ہمدردی کا اور مہربانی فرمائی۔ اگرچہ کچھ امیر خزانہ انصاری چادہ میں پہنچ گئے چادہ  
سے چلکر تھیں۔ صاحب شیعہ چٹائی کوٹ وغیرہ دیہات کا دورہ کیا۔ جہاں  
میں مولانا محمد امین صاحب کی شاندار تقریریں ہوئی۔ بعد ازاں وفد چادہ  
یو کم کمیٹی کے مرکز میں پہنچا۔ مرکز سے روانہ ہو کر امیر خزانہ انصاری لاکل فوڈنگ  
اور لائل پور کا اجلاس کرتے ہوئے ہائیں ملک راجہ اس کوٹ حاکم تھا۔

۴۴۔ جھاد۔ ایک نبرد۔ عابجیہاں والا۔ ٹمہ۔ نواں کوٹ۔ نصیر پور۔ ایک میانہ دھرم دہات میں مقام حق بہت پایا۔ طلباء مدرسہ مریض پیر۔ عجم شہان کو بوجھت۔ رشتہ کن شریف پور۔ اتر مریشے۔ مدرسہ حق کے سرکار میں کوکر ایڈیا گیا۔ روضہ شریف کے پیر

# اللہ سے ملا بندوں کو انعام ہے قرآن

(از غلام دستگیر صاحب ناسی)

اللہ سے ملا بندوں کو انعام ہے قرآن  
اللہ نے کی بات جو احمد کی زبان سے  
اللہ کی اطاعت ہے محمد کی اطاعت  
مربوط ہیں یکجا ہیں اور پاک دلی سے  
قرآن بھی پائیدہ ہے اسلام بھی زندہ  
جیسا کہ محمد نے صحابہ کو دیا تھا  
ترتیب میں کچھ فرق نہ بیشی نہ کمی ہے  
دیٹا ہے یہ موجد کو پر وائے بستا کا  
کچھ خوف نہیں لشکر کفارہ کا اس کو

مومن کے لئے باعث اکرام ہے قرآن  
اللہ نے خود اس کا رکھا نام ہے قرآن  
کتاب ہے علی الاعلان یہ اعلام ہے قرآن  
قرآن ہے اسلام تو اسلام ہے قرآن  
جاوید ہے اسلام تو مادام ہے قرآن  
ویسا ہی یہ محبوب علم احکام ہے قرآن  
کتاب ہے یہی اعلان باقسام ہے قرآن  
مشترک کیلئے موت کا پیغام ہے قرآن  
جب دست مسلمان میں صام ہے قرآن

دارین میں خوش بخت وہی شخص ہے جس کا

آغاز ہے قرآن اور انجام ہے قرآن

اعتذار  
لاہور کے فرقہ وارانہ فساد کی وجہ سے پنجاب کے کاروبار میں جو تعطل پیدا ہوا ہے اسکا اثر اہل اسلام کے کلام سرگودھا کے جس  
پریس میں چھپتا ہے۔ اسکی معرفت کاغذ بھی لاہور سے آتا ہے۔ چونکہ جون کے رسالہ کا کاغذ گواہری کی وجہ سے سرگودھا

پہنچ سکا۔ اسلئے رسالہ بھی چھپ رہا ہے۔ تاہم جون و جولائی کے رسالے کیجا روزہ کئے جا رہے ہیں۔ امید ہے کہ خریداران شش الاسلام ہمکو

# باب تفسیر

(ادالہ)

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ  
وَلَوْ أَنَّ أَهْلَ الْكِتَابِ يَكَانَ خَيْرًا لَهُمْ

ترجمہ: تم ان سب امتوں سے بہتر ہو جو لوگوں کے لئے دنیا میں ظاہر کی گئیں۔ تم اچھے کاموں کا حکم دیتے ہو اور  
برے کاموں سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو اور اگر اہل کتاب ایمان لے آتے تو ان کے لئے بہتر ہوتا۔

انسانی زندگی کے تمام شعبوں کو محیط ہو گا۔ گویا کہ اس کا  
وجود ہی اسی لئے ہو گا۔ کہ دوسروں کی خیر خواہی کر لے۔ اور  
جہاں تک ممکن ہو انہیں جنت کے دروازے پر کھڑا  
کر دے۔

لیکن مذہب شیعہ یہ تعلیم دیتا ہے۔ کہ وہ لوگ  
ان اوصاف کے ساتھ متصف نہیں تھے۔ بلکہ ہر بد  
سے بدتر تھے۔ معاذ اللہ نہ ان میں ایمان تھا نہ کسی قسم  
کی خوبی ان میں تھی۔ بڑے بڑے ظلم انہوں نے کئے تھے  
برحق سے خلافت چھین لی۔ ان کی گردن میں بھی ڈال کر  
بجرو ان سے اپنی بیعت لی۔ مذک منصب کر لیا۔ مزار ترقی  
جیسے گناہ کو رائج کیا۔ منہ جیسی بے نظیر عبادت سے  
لوگوں کو روک دیا۔ قرآن کو تحریف کر ڈالا اور اس مخلوق  
قرآن کے سوا جس قدر نئے اصلی قرآن کہہ سقے۔ سب  
کو جلا کر خاک کر دیا۔ تمام لوگوں کو بے دین اور گمراہ کر  
دیا وغیرہ۔ ایک بڑی لمبی فہرست ان کے مظالم کی شیعوں  
کی کتابوں سے ملتی ہے۔ اور ہر شیعہ کو پچھنی میں زبانی یاد  
کرانی جاتی ہے۔ نتیجہ یہ کہ قرآن مجید کی حیثیت بالکل غلط

مذکورہ بالا آیت قرآن مجید کی مذہب اہلسنت والجماعت

کی تصدیق اور مذہب شیعہ کی تکذیب کے لئے کافی ہے  
دنیا بھر کے شیعہ مل کر اپنے مذہب کی رو سے اس آیت  
کی صداقت ثابت نہیں کر سکتے۔ حق تعالیٰ نے اس آیت  
میں ان مسلمانوں کو جو اس آیت کے نزول کے وقت  
میں موجود تھے یعنی صحابہ کرام کو بہترین امت فرمایا۔ اسکے  
علم الہی میں پہلے سے ہی یہ مقصود چکا تھا جبکہ خبر بعض  
انبیاء سابقین کو بھی دی گئی تھی کہ جس طرح نبی آخر الزمان  
حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام نبیوں میں سے  
افضل ہوں گے۔ آپ کی امت بھی جملہ اہم واقعات پر  
گئے سبقت لے جائے گی۔ کیونکہ اس کو سب سے  
اشرف و اکرم پیغمبر نصیب ہو گا۔ اور اہل شریعت کے  
گئی۔ علوم معارف کے دروازے اس پر کھول دیئے  
جائیں گے۔ ایمان و عمل و تقویٰ کی تمام شانیں اس کی  
محنت اور قربانیوں سے سرسبز و شاداب ہوں گی۔ وہ  
کسی خاص قوم و مذہب یا شخص ملک و قوم میں محدود  
نہیں ہو گی۔ بلکہ اس کا دائرہ عمل سارے عالم کو اور

اور جھوٹی ہے۔ معاذ اللہ! اور نہ ہی اس آیت کے مصداق صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین ہو سکتے ہیں۔

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر جتنا عمل کیا۔ اگر اس پر کھٹا جائے۔ تو دفتر دیکھ لیں۔ ان کی خدمات دینیہ تو روز روشن کی طرح ظاہر ہیں۔

مگر وہ جہادِ شہیدہ چشم  
چشمہ آفتابِ راجہ گشاہ

ایک شیعہ ذاکر سے اسی آیت پر تبادلہ خیالات ہوا۔ تو اس نے کہا۔ کہ ہم آیت کی تکذیب نہیں کرتے بلکہ اس کی تاویل کرتے ہیں۔ ان سے تاویل دریافت کی تو کہنے لگے۔ کہ جس وقت یہ آیت نازل ہوئی تھی۔ اس وقت بیشک صحابہ کرام کی یہی حالت تھی۔ آیت مذکورہ جسے اوصافِ مساب ان میں موجود تھے۔ لہذا آیت بالکل سچی ہے۔ لیکن رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جبکہ انہوں نے امام منصوب کی امامت کا انکار

کیا۔ اور ان کی خلافت منصب کی۔ اس وقت یہ صفات ان میں نہ رہیں۔ ان کی اس تاویل کے جواب میں عرض کیا گیا کہ اردوئے مذہب شیعہ مشرع ہی سے حضرات خلفاء راشدین علیہ السلام منافقا نہ ایمان لائے تھے۔ لہذا تو منون باللہ کی صفت کسی وقت بھی ان میں نہ تھی۔ اور اس تاویل کی بنا پر لازم آتا ہے۔ کہ خلائے قدوس کو علم غیب نہ ہو۔ اور وہ اس بات سے بے خبر ہو کر کہ آئندہ یہ لوگ بڑے بڑے ظلم کریں گے۔ اور ان میں یہ صفات نہیں رہیں گی یا باوجود غیب دانی کے خدا نے ایسا فرمایا۔ تو سنتِ تلبیس فریب اس کے کلام میں لازم آئیگا۔ کیونکہ جب خدا کو یہ علم تھا۔ کہ آگے چل کر یہ لوگ ایسے ایسے ظلموں کا ارتکاب کریں گے۔ تو ان کی تعریف کرنا عداؤتِ لوگوں کو گمراہ بنا دے۔ اور اگر ہم کسی کی تعریف کرتے ہیں تو اس کا سبب یہ ہے۔ کہ ہم غیب دان نہیں ہیں۔ ہم کو آئندہ کی خبر نہیں۔ مگر خبر ہو جائے۔ تو ہم کبھی ایسے شخص کی تعریف نہ کریں۔ جو آئندہ چل کر محاصی مظالم کا ارتکاب کرنے والا ہے۔

## باب الحدیث

(ادارہ)

نقل کی جاتی ہیں درمگاہ نبوت سے ہدایت کی تعلیم حاصل کرنے کے بعد سردارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے شاگردوں یعنی صحابہ کی قابلیت کا ان الفاظ میں اظہار فرمایا۔

۱۔ اَلْاَوَّلُ اَصْحَابِي (انسانی) تم میرے اصحاب کی عزت و حرمت کرو

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حسبِ قبل ارشادات سے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے شانِ عظمت کا اظہار ہوتا ہے۔ مسلمانوں کا فرض ہے۔ کہ ان ارشادات کی روشنی میں راہِ حق تلاش کریں یا مہنت و اہل تشیع ہر دو مذاہب کی کتب سے ان کی عبارتیں

(ترندی)

۲۔ اوصیکو بالصحابی

میں اپنے اصحاب کی عزت و حرمت کی تم کو وصیت کرتا ہوں

(مسلم)

۳۔ اصحابی ائمة لامتی

میرے اصحاب شرف و ترقی سے میری امت کی پشت پناہ ہیں

۴۔ لا تسبوا صحابی (صحیح مسلم) میرے اصحاب کو برا نہ کہو۔

۵۔ لا تسبوا احدا من الصحابی۔ (مسلم)

میرے اصحاب کسی کی بھی بدگویی نہ کرو۔

۶۔ من اجمعهم فنجی اجمعهم ومن ابغضهم فبغضی

(ترندی)

(بغضهم)

جو مجھ کو دوست رکھتا ہے وہ میری محبت کی وجہ سے

دوست رکھتا ہے اور جو مجھ سے بغض رکھتا ہے وہ میرے

بغض کی وجہ سے بغض رکھتا ہے۔

۷۔ اذا امرت الذین یسبون اصحابی فقولوا

(ترندی)

لعنة الله على شرکم۔

جب تم دیکھو کہ لوگ میرے اصحاب کو برا کہتے ہیں۔

تو کہو کہ تمہاری اس شرارت پر خدا کی پھٹکا رہے۔

۸۔ احفظونی فی اختائی واصحابی لا یطعنکم اللہ

یظلمہ احد منهم فانتھا لیست متا توہب

میرے صبر والی رشتہ کے لوگوں! سیدنا ابو بکر! سیدنا

عمو سیدنا عثمان! سیدنا علی! ابوسفیان وغیرہ! کا احترام کرو

ایسا نہ ہو کہ اللہ تعالیٰ تم سے مواخذہ کرے۔ ایسی خطا

نہ بخشی جائے گی (کنز العمال خطیب وابن عساکر)

**کتاب مذہب شیعہ**

آج کل بہت سے شیعہ حضرات اور خصوصاً شیعہ ذاکرین

نے اصحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین پر تہرار کرنا

ضروریات دینی میں سے قرار دیا ہوا ہے۔ اور اگر ایسا نہ

ہوتا۔ تو لکھنؤ میں شیعہ دینی میں مدح و قدح کا جھگڑا نہ پیدا

ہوتا۔ ان کی وصعت معلومات کے لئے ان کے مذاہب

سے چند ایسے حوالجات درج کئے جاتے ہیں کہ جن سے

تعلیم و توفیر اصحاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ثابت ہوتی ہے۔

۱۔ من سب اصحابی فقد کفر (جامع الاخبار بابیم)

جس نے میرے اصحاب کو گالی دی وہ کافر ہو گیا۔

۲۔ تکل النبی صلی اللہ علیہ وسلم من سبخی فاقتلوه ومن

سب اصحابی فاجلدوه (جامع الاخبار)

فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو مجھے گالی دے

اس کو قتل کر دو واللہ! اور جو میرے اصحاب کو گالی دے اس کو

ڈرے لگاؤ۔

۳۔ لا تسبوا الناس فتکسبوا العداوات بینکم۔ اصول

کافی کتاب الایمان والکفر، لوگوں کو گالی مت دو۔ کیونکہ اس

سے ان کے درمیان عداوت پیدا کر دے گی۔

۴۔ تفسیر الامم سنن نسائی کی ایک روایت میں محمد و آل محمد و

اصحاب محمد کے محبوبوں کی مدح کے بعد ان سے بغض رکھنے

کی مذمت یوں مذکور ہے۔ من سب رجلا من یبغض آل

محمد واصحابہ او احد منهم یعذبہ اللہ عذابا۔

یعنی جو آل محمد یا اصحاب محمد یا ان میں سے کسی سے

بھی دشمنی رکھیں گے۔ تو اس پر اللہ ایسا عذاب کرے گا کہ وہ

عذاب اگر تمام مخلوق پر تقسیم کریں تو سب کو ہلاک کر دے

۵۔ جامع الاخبار و صحیحہ بخاری جناب امیر علی علیہ السلام

سے مروی ہے۔ فرمایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ پیدا

ہوئی ایک قوم میرے اصحاب کو اور نقب اس کی

رافضی ہو گا۔

نہایت افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ شیعوں نے سب تبرات و عنایت کو اپنا وظیفہ قرار دیکر امت مسلمہ کو تفریق و تشنیت کے گرداب میں پھنسا دیا۔ مسلمانوں کا بخت و جمال لٹ گیا۔ اختیار نے انہیں بے طرح آ دبوچا۔ باہمی عداوت نے اسلام و اہل اسلام کا رعب

دلوں میں سے دور کر دیا۔ ان کے ایمہ تو بدگوئی سے منع کریں اور یہ اسے قابل فخر سمجھیں۔ اور اس پر طرہ یہ ہے کہ دعویٰ تو کرتے ہیں کہ ہم ایمہ کی اتباع کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو ہدایت دے اور یہ توفیق بخشے کہ اپنے ایمہ کی اتباع کرتے ہوئے بدگوئی و تبرات سے توبہ کریں۔ آمین

باب الفقہ

## مذہب اسلام کے تیسرے بنیادی رکن اور خدائی انکم ٹیکس زکوٰۃ کی فرضیت

(ادارہ)

ہمارے آقا و مولا سردار دو جہاں محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔

والوں کے لئے بشارتیں اور عاقبت کے انعامات اور زکوٰۃ نہ دینے والوں کے لئے سخت ترین عذاب کا ذکر کیا گیا ہے۔ چنانچہ خداوند تعالیٰ فرماتے ہیں۔

بني الاسلام على خمس شهادة ان لا اله الا الله وان محمدا عبده ورسوله واقام الصلوة وايتا الزکوٰۃ والحج وصوم رمضان (متفق علیہ)

اسلام کی بنیاد پانچ بنیادوں پر رکھی گئی ہے۔ (۱) یہ گواہی دینا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی معبود نہیں اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے بندے اور رسول ہیں (۲) نماز قائم رکھنا۔ (۳) زکوٰۃ ادا کرنا۔ (۴) حج کرنا (۵) رمضان کے روزے رکھنا۔

پس ادائیگی زکوٰۃ اسلام کا تیسرا رکن اور اہم انفرض ہے۔ قرآن پاک میں جگہ جگہ اور بار بار اقموا الصلوة کے ساتھ ساتھ زکوٰۃ کا امر فرمایا گیا ہے۔ زکوٰۃ دینے

والدین یکتزرون الذہب والنفسۃ ولا یزکوٰۃ فی سبیل اللہ فبشرہم بعدایہم ۱۰ یوم یحییٰ علیہا فی نار جہنم تکادى بها اجناہم ۱۱ وجوزہم ۱۲ وکلہم ۱۳ ہذا ما لکنتم لا نفیکم فذوقوا ما لکنتم تکتزون ۱۴ (تیسرا)

اور جو لوگ سونا چاندی جمع کر کر رکھتے ہیں۔ اور ان کو اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے۔ آپ ان کو ایک بڑی دردناک سزا کی خبر سنا دیجئے کہ اس روز واقع ہوگی۔ کہ ان کو دوزخ کی آگ میں تپایا جائیگا۔ پھر ان سے ان لوگوں کی



پیشانیوں اور ان کی کمرلوں اور ان کی پشتوں کو داغ دیا جائیگا۔ اور یہ جتد یا جادیگا کہ یہ وہ ہے جس کو تم نے اپنے واسطے جمع کر رکھا تھا۔ سو اب اپنے جمع کرنے کا مزہ چکھو۔

قرآن پاک کی بے شمار آیتوں کے علاوہ ہمارے مقتدا و رہنما محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس کی بہت تاکید فرمائی ہے۔ چنانچہ یہ چند حدیثیں پیش کرتا ہوں۔  
۱۔ ارشاد فرمایا۔ کہ جو شخص سونے چاندی کا مالک ہو اور اس کا حق (زکوٰۃ) ادا نہ کرتا ہو۔ تو قیامت کے دن اس کے سونے چاندی سے آگ کی تختیاں بٹھائی جائیں گی۔ اور اس کو دوزخ کی آگ میں خوب تپا تپا کر گرم کیا جائے گا۔ اور پھر ان سے اس شخص کی کمرلوں پیشانی اور پیٹھ کو داغ دیا جائیگا۔ اور بار بار یہی معاملہ ہوتا رہیگا۔ یہ دردناک سزا اس روز واقع ہوگی۔ جو ایک دن پچاس ہزار سال کے برابر ہے اور یہ سلسلہ عذاب اس وقت تک جاری رہیگا۔ جبکہ بندوں کے درمیان فیصلہ کیا جائے اور کوئی جنت اور کوئی دوزخ کو روئے کیا جائے۔  
(مسلم شریف)  
۲۔ ارشاد فرمایا۔ کہ اللہ تعالیٰ جس کسی کو مال و دولت عطا فرمائے لیکن یہ زکوٰۃ ادا نہ کرتا ہو۔ تو قیامت کے دن اس کا مال بڑا زہریلا گنجا سانپ بنایا جاوے گا۔ اور وہ اس کی گردن میں پسند آوے گا۔ پھر اس کے دلوں چڑے فوجیگا۔ اور کہیگا میں تیرا مال ہوں۔ میں تیرا خزانہ ہوں پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔

وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ يَتَّخِلُونَ بِمَا أَنفَعَهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ هُوَ خَيْرًا لَّهُمْ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ وَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ  
مَا يَتَّخِلُوا بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَاللَّهُ يُمِيزُ الْأَعْمَالِ وَالْأَخْيَارِ وَاللَّهُ يَعْلَمُ خَيْرًا  
(سورہ آل عمران)

اور ہرگز خیال نہ کریں گے ایسے لوگ جو ایسی چیز میں بخل کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے فضل سے دی ہے۔ کہ یہ بات ان کے لئے کچھ اچھی ہوگی۔ بلکہ یہ بات ان کی بہت بُری ہے۔ وہ لوگ قیامت کے روز طوق پہنا دئے جائیں گے۔ اس کا جسمیں انہوں نے بخل کیا تھا اور اخیر میں آسمان و زمین اللہ ہی کا رہ جائیگا اور اللہ تعالیٰ تمہارے سب اعمال کی پوری خبر رکھتے ہیں۔

(روایت بخاری)

۳۔ دو عورتیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں اور دونوں کے ہاتھ میں سونے کے کنگن تھے۔ آپ نے ان دونوں کو ارشاد فرمایا۔ کہ کیا تم اس کی زکوٰۃ ادا کرتی ہو انہوں نے کہا کہ نہیں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کو فرمایا۔ کہ کیا تمہیں یہ پسند ہے کہ اللہ تعالیٰ تم کو آگ کے کنگن پہنا دے۔ انہوں نے کہا کہ نہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو پھر ان کنگنوں کی زکوٰۃ دیا کرو۔  
(ترمذی شریف)

۴۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ کہ میں سونے کا ایک زیور پہنا کرتی تھی۔ میں نے کہا کہ یا رسول اللہ یہ زیور بھی کنز میں داخل ہے؟ (وہ کنز جس کے متعلق قرآن پاک میں ذکر ہے۔ کہ اس کے مالک کو دردناک عذاب دیا جائیگا) فرمایا کہ جو سونا چاندی اس مقدار تک پہنچ

مجھے دینا بند کر دیں تو ان کے اس رد کرنے پر ان سے نفرت  
ٹوڑ لگا۔

اور جب حضرت عمر فاروقؓ نے اس بارے میں نرمی  
ملاحظت کے بارے میں کہا تو فرمایا۔

اجار فی الجاہلیۃ و خوار فی الاسلام اشد قد  
انقطع الوحی و تم الذین اینقص و ناحتی (زین)  
زمانہ جاہلیت میں تو بڑے سخت و بہادر تھے۔ اور  
اب اسلام میں بزدل ہو گئے ہو وحی اب منقطع ہو گئی اور  
دین تام و کامل ہو گیا۔ کیا یہ ہو سکتا ہے کہ میں زندہ  
رہوں اور دین میں کمی واقع ہو۔

چنانچہ حضرت فاروقؓ کا سینہ بھی اس بارے میں کھل  
گیا۔ اور آپ کی بھی وہی رائے ہوئی جو حضرت صدیق اکبرؓ  
کی تھی۔ اور مانعین کے ساتھ جہاد کیا گیا۔ اس سے زکوٰۃ  
کھی اہمیت و حیثیت کا اندازہ ہو سکتا ہے اور اس شاہد  
النظار میں لکھا ہے کہ زکوٰۃ کے تارک کو قید کیا جائے  
یہاں تک کہ زکوٰۃ ادا کرے۔

پس زکوٰۃ کی اس اہمیت اور اس بارے میں ضرورت  
تعالیٰ کی اس قدر تاکیدات اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے  
ارشادات اور خلفاء راشدین کے تعامل کو دیکھ کر صاحب  
نصاب مالدار مسلمان اس بارے میں بے پرواہی سے کام  
نہ لیں۔ اور ٹھیک ٹھیک حساب لگا کر سال پورا ہونے  
کے بعد یہ خلائی انکم ٹیکس بلیس بیفا طر مساکین و مستحقین  
کو دیا کریں۔ صد افسوس کہ ہر سال مسلمان رؤسا اور صاحب  
دولت حضرات ہزاروں روپیہ فضولیات، رسومات، ہدا  
اور خلاوت شریع لغویات میں ضائع کرتے ہیں۔ اور نہایت

جائے۔ کہ اس کی زکوٰۃ دی جائے۔ اور پھر اس کی زکوٰۃ  
بھی ادا ہوتی جائے۔ تو وہ کنز میں داخل نہیں یعنی اگر  
زکوٰۃ کی مقدار کو پہنچنے کے بعد زکوٰۃ نہ دی گئی۔ تو وہ  
کنز میں داخل اور اس کا مالک سخت عذاب ہوگا

(مالک و ابو داؤد)

زکوٰۃ کے متعلق اس قدر سخت تاکیدات اسلام الفرض  
ہونے کی وجہ سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان  
لوگوں کے ساتھ جہاد کیا جو فریفت زکوٰۃ کے منکر ہو گئے  
تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد نہایت  
نازک حالت تھی۔ بعض قبائل عرب مرتد ہو گئے تھے۔ اور  
بعض نے زکوٰۃ ادا کرنے سے انکار کر دیا۔ اگر زکوٰۃ  
کے بارے میں کچھ بھی نرمی رتنے اور تسامح کرنے کی گنجائش  
ہوتی۔ تو مصلحت اندیشی اور نزاکت وقت کی بنا پر حضرت  
صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اس وقت ان کے ساتھ جہاد  
پر آمادہ نہ ہوتے۔ چنانچہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے  
اکر فرمایا کہ آپ ان لوگوں سے قتال نہ کریں۔ تو آپ نے  
جلالی شان میں اکر فرمایا۔

واللہ لا قاتلین من فرق بین الصلوٰۃ والزکوٰۃ  
فان الزکوٰۃ حق المال واللہ لو منعونی عما کا کانا  
یؤد و نہا الی الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
لا تملک علی منعہا۔ وشفق علیہ

اللہ کی قسم جو شخص نماز و زکوٰۃ کے درمیان فرق پیدا  
کے اس کیساتھ میں ضرور ٹوڑ لگا اس لئے کہ زکوٰۃ  
بھی مال کا حق ہے۔ اللہ کی قسم اگر وہ لوگ دُنبے کا ایک  
چھوٹا بچہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا کرتے تھے

کھلے دل سے غلط راستوں پر خرچ کرنے کے لئے ان کے ہاتھ کھلے رہتے ہیں۔ مگر اس قدر اہم فریضہ اور خدائی حکم کی ادائیگی میں اکثر غفلت برتتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے جس کسی کو مال و دولت نصیب کی ہے ان کے ذمہ تو ضروری ہے کہ صدقات واجبہ، زکوٰۃ، مدقہ فطر، قربانی وغیرہ کے علاوہ صدقات نافلہ مسکینوں، غریبوں، یتیموں کی خبر گیری اور مفاہ عامہ کے دوسرے کاموں میں کوتاہی نہ کریں حضور علیہ السلام کا فرمان ہے۔ ان فی المال لحقاسوی الزکوٰۃ۔ کہ مال میں سے سوائے زکوٰۃ کے اور بھی کچھ دینا ہے۔

لیکن ایک عجیب بات اور دیکھنے میں آئی ہے۔ کہ بعض مسلمان صدقات نافلہ، نذر و نیاز، گیارہویں، پیرل فقیروں کے نذرانے وغیرہ وغیرہ کاموں میں تو خوب حوصلہ دیتے ہیں۔ اور جس قدر بھی ہو خرچ کیا کرتے ہیں لیکن فرض زکوٰۃ کبھی عمر بھر میں نہیں دیتے۔ حالانکہ وہ ایسے صدقات و خیرات کا درجہ فریضہ زکوٰۃ کے بہت بعد ہے۔ حضرت مجدد الملت ثانی رحمۃ اللہ علیہ مکتوبات شریفہ دفتر اعلیٰ مکتوب ۱۹ میں فرماتے ہیں۔

لواقل کا فرضی کے مقابلہ میں کوئی اعتبار نہیں فرمائی میں سے کسی ایک فریضہ کی ادائیگی کسی نہ کسی وقت ہزار سالہ نوافل سے بہتر ہے۔ اگرچہ خالص نیت سے ادا کئے جائیں۔ اور جو بھی نفل ہونماز، روزہ، زکوٰۃ، ذکر، فکر۔ ان جیسی اور چیزیں بلکہ ادا کئے فرضی کے وقت کسی ایک سنت کی رعایت یا مستحبات میں سے ایک مستحب کی پابندی بھی حکم رکھتی ہے۔

اور اسی طرح فرض زکوٰۃ کسی فقیر کو دینا بہ درجہ بہتر ہے۔ اس بات سے کہ مرنے چاندی کے پیار بطریق نفل خیرات کر دے۔

پس مسلمانوں کو چاہیے کہ فریضہ زکوٰۃ کی ادائیگی کا خاص اہتمام کریں اور اپنے دین کی اس تیسری بنیاد کو نہ گرائیں۔ اگر آج تک غفلت برتی ہے تو ابھی سے نقد کر کے اپنے اموال کا حساب کریں اور سابقہ زکوٰۃ بھی ادا کریں۔ اور آئندہ بھی ادا کرنے کا عزم کریں

زکوٰۃ کے مسائل مقامی علماء سے دریافت کر کے اچھی طرح سمجھ لیں۔ آج کل اردو زبان میں بھی فقہ کی کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔ ہر مسلمان کا فرض ہے کہ ایسے اہم رکن اسلام کے مسائل سمجھنے کی کوشش کرے۔ اگر کسی مسئلہ میں تسلی و تشفی درکار ہو تو مشافہۃ یا ذریعہ ڈاک دارالافتاء دارالعلوم عزیزیہ جامع مسجد بھیرہ (پنجاب) سے رہنمائی کر کے عمل کرے۔

## دارالعلوم عزیزیہ بھیرہ (پنجاب)

شمالی پنجاب میں مسلمانوں کی سب سے بڑی دینی درسگاہ دارالعلوم عزیزیہ بھیرہ میں علوم عربیہ اسلامیہ کی نشر و اشاعت کا فریضہ احسن طریق پر سرانجام دے رہی ہے۔ موجودہ دور میں ایسے مدارس کا بقا زکوٰۃ و خیرات و صدقات کے بغیر مشکل ہے۔ مدارس عربیہ کے طلبہ جو صحیح معنوں میں احقر فی سبیل اللہ کے مصداق ہیں۔ ان کی مدد و کنہر حساس و مخیر مسلمان کا فرض ہے دارالعلوم میں مفلس طلبہ و یتیم بچوں کو تعلیم و تربیت اور

ان کے مجملہ مصارف خوراک و لباس و کتب وغیرہ کا انتظام کیا جاتا ہے۔ اس کا ذخیرہ ہزار ہا روپیہ سالانہ صرف جتنے ہیں جن کے پورا کرنے کے لئے کوئی ظاہری سہارا نہیں صرف مخیر و مہدوہ دولت اصحاب کے عطیات سے ہی دارالعلوم قائم ہے۔ لہذا زکوٰۃ و صدقات ادا کرنے وقت جس قدر ہو سکے کچھ رقم اس مقصد کے لئے بنام مہتمم دارالعلوم عزیزہ بھیرہ (پنجاب) ارسال فرمائیں۔ اور ساتھ ہی رقم کے مصرف کی بھی تعیین فرمائیں تاکہ رقم صحیح مصرف پر ہی صرف ہو۔ ان اللہ لا یضیع اجد المحسنین

نزیرین اقوال سیدنا حضرت امیر المومنین علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ  
یاد الہی

۱۔ اللہ سبحانہ کو یاد کرنے والا اس کا ہم مجلس اور اس کا ذکر کرنے والا اس کا مونس ہے۔

۲۔ ذکر الہی متقیوں اور پرہیزگاروں کی خصلت ہے۔

- ۳۔ خدا تعالیٰ کو یاد کرنے والا کامیاب جماعت کے سلسلے میں شامل ہے
- ۴۔ یاد الہی سینے کا رنگ آتا ہے دلی اور دل کو تسلی دینے والی ہے
- ۵۔ یاد الہی نفسوں کی قوت اور غذا اور اپنے پہلے خدا کی بھارت اور ہفتی کا نقشہ اور خاکہ ہے۔
- ۶۔ خدا تعالیٰ کی یاد چشم بصیرت کو روشن اور دلوں کو مانوس کرتی ہے۔
- ۷۔ یاد الہی سے تمام مشکلیں حل اور سب کام آسان اور سینے روشن اور منور ہو جاتے ہیں۔
- ۸۔ خدا تعالیٰ کی یاد ہر مومن کا اصل سرمایہ ہے اور اس کا نفع شیطان کے ہاتھ سے سلامت رہتا ہے۔
- ۹۔ خدا تعالیٰ کی یاد ایمان کا ستون اور شیطان سے بچاؤ کا ذلیہ ہے۔
- ۱۰۔ خدا تعالیٰ کی یاد ہر ایک متقی کے لئے خوشی اور مسرت اور ہر ایک کامل الیقین کے حق میں راحت اور لذت ہے۔

## ایرانی سفیر برابر رسول

(از مولانا محمد امین صاحب مبلغ حزب النصارا)

(۲) جلیلہ کو بھی کوئی مختصر اقبیلہ خیال کیا ہے اور کیا آپ اس حقیقت سے بیخبر ہیں کہ ابھی کل تک قمر و ایران کے فوجی سپاہیوں کا ایک چھوٹا سا دستہ آپ کے ملک میں آتا تھا۔ اور لوٹ مار کر کے چلا جاتا تھا اگر آپ میں محدود سے چند عسکریوں کی مزاحمت اور مقاومت کا بھی یارا نہ تھا تو اب پوری سلطنت ایران کے لئے کیا صورت

سفیر صاف کیجئے گا میرا مقصد ہرگز ہر گز آپ کی تو این نہیں ہے میں صرف اظہار و اتفاقات کے طور پر عرض کرتا ہوں کہ ایسی بے سرو سامانی اور ایسی بے نوائی و بے برگی کی حالت میں ایسی زبردست اور طاقتور سلطنت کو کوکنا کیا آپ کے خیال میں ایک ایسی جرأت نہیں ہے کہ جس کے لئے آپ کو مدد مل پختانہ پڑے کیا آپ نے ایران کی سلطنت

نحال سگیں گے کیا دلا دلاں عجم کو اس طرح لوگ کر گھپ اپنے ملک کے ساتھ دشمنی نہیں گورہے ہیں ؟  
ایران کے سفیر کی یہ تعلیم اور عربی شجاعت کی یہ بیشک تو میں سنکر محابہ نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا کھڑنے پہلو بدلے سب کے چہرے غصہ کے ماسے متاٹھے بہت سوں نے ڈاڑھیاں دانتوں میں دبائیں اور بعض کے ہاتھ قبضہ شمشیر تک جا پہنچے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک تقسم نے سب کو ساکت و صامت کر دیا۔ اور مذکورہ صحابی نے نہایت ٹھنڈے دل سے جواب دیا۔

صحابی۔ اے شہنشاہ ایران کے سفیر آپ اس وقت ایک اپنی کی حیثیت میں ہیں اس لئے اگر آپ اس سے بھی زیادہ سخت الفاظ اپنی گفتگو میں استعمال کرتے تب بھی ہم ایسی ہی خاموشی کے ساتھ برداشت کرتے اور آپ سے کچھ نہ کہتے آپ نے ہم لوگوں کی ظاہری حالت کے متعلق جو کچھ خیال ظاہر کیا وہ غلط نہیں ہے اور مجھے چٹا کیجئے گا۔ اگر میں یہ کہوں کہ آپ کی ظاہر میں نگاہیں اس سے زیادہ اور دیکھ بھی کیا سکتی تھیں ایک اپنے ہی جیسے انسان کی کہ جس کے قبضہ میں تھوڑی سی دولت ہے غلامی کرتے کرتے آپ کی ذہنیت غلامانہ ہو گئی ہے اور آپ یہ خیال کرنے لگے ہیں کہ دنیا میں دولت ہی سب سے بڑی طاقت ہے لیکن میرے عزیز دوست میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں کہ آپ کا یہ خیال بالکل غلط ہے دولت بھی ایک طاقت ضرور ہے لیکن وہ سب سے بڑی طاقت نہیں ہے۔ سب سے بڑی طاقت ”حق“ اور صداقت ہے

دولت اور قوت کے مظاہروں نے آپ کی نگاہیں خیرہ کر دی ہیں چپکے ہوئے سونے اور چاندی کے ٹکڑے اور جواہر کے دریشان انبار دیکھتے دیکھتے آپ کی عقل کی آنکھیں بیکار ہو چکیں مدہ آپ خود ہی دیکھ اور سمجھ سکتے تھے کہ زرد جواہر کا قبضہ انسان کے دل میں اپنی جان کی محبت بہت زیادہ کر دیتا ہے اور اپنی جان سے بہت زیادہ محبت رکھنے والے لوگ کبھی جان باز اور مرفروش نہیں ہو سکتے آپ دوسروں کی جان لینا ضروری سمجھتے ہیں اور اس کے بہت سے ذرائع بھی آپ نے ہیا کر رکھے ہیں لیکن آپ کے ان ”دلا دلاں عجم“ میں کہ جن پر آپ کو اس قدر ناز ہے کتنے آدمی ایسے ہیں جو کہ جان دینا بھی جانتے ہیں اور جوت کے نام سے نہ گھبراتے ہوں وہ اپنی کثرت تعداد پر بھروسہ کر کے لوٹ مار کے لالچ میں تواریں ہاتھوں میں لیکر گھر سے نکل کر مزد کھڑے ہوتے ہیں لیکن ان کی یہ تمام دلاوری اور شجاعت صرف اسی وقت تک باقی رہتی ہے کہ جب تک انہیں اپنا غلبہ نظر آئے اور وہ دوسروں کی جانیں لیتے ہیں لیکن اگر اپنی جان دینے کی باری آجائے تو پھر ان کا قدم میدان میں نہیں ٹھہرتا اور نہ ٹھہر سکتا ہے کیونکہ ان کا دل خود اندر سے انہیں ملامت کرتا ہے کہ تم حق پر نہیں تھے۔ ہمارے سپاہی کرائے کے سپاہی نہیں ہیں اور نہ دوسروں کی جان لینا ان کا پیشہ ہے ان کی تلوار جب کبھی میان سے نکلتی ہے تو صرف حق کی حمایت میں نکلتی ہے اور یہ جان لینے کے لئے نہیں بلکہ اپنی جان دینے کے شوق میں میدان جنگ کی طرف جاتے ہیں یہی وجہ ہے کہ غنیم نے کبھی ان کی پشت نہیں دیکھی۔

اس قادر مطلق خدا پر ہے کہ جس نے ہمیں اور آپ کو اور اس تمام کائنات کو پیدا کیا ہے اور جس کے قبضہ قدرت میں ہر قسم کی قوت و طاقت ہے ہمارا ایمان اور اعتماد ہے کہ ہم حق پر ہیں اور حق کبھی کسی حالت میں باطل سے مغلوب نہیں ہو سکتا۔

سفیر۔ لیکن یہ تو ابھی کل برسوں کی بات ہے کہ ہمارے ہزار دو ہزار جوان آجاتے تھے اور آپ کے قبائل کی متحدہ فوجیں بھی ان کو کبھی نہ روک سکتی تھیں۔

صحابی۔ یہ بالکل صحیح ہے لیکن شاید آپ بھول گئے کہ اب ہم وہ اعراب نہیں ہیں جو چند سال پیشتر تھے۔ چند سال پیشتر ہم خدا کے نام سے بھی آشنا نہ تھے ہمیں حق و باطل کی مطلقاً تمیز نہ تھی اور ہماری جنگ و خوریزی کا مقصد بھی آپ کی طرح سے صرف بعض مادی فوائد کا حصول ہونا تھا ہم بھی آپ کی طرح میدان جنگ میں دوسروں کی جانیں لینے کے شوق میں جاتے تھے اور جب جان دینے کا وقت آتا تھا تو ہمارا کہیں پتا نہ ہوتا تھا ہماری اور آپ کی اڑائی تھی و باطل کی جنگ نہ ہوتی تھی۔ بلکہ دونوں فوجیں کا مقصد انسانی خوریزی اور ایک دوسرے کو ہونا ہوتا تھا۔ اور یہ اس درجہ پست اور ذلیل مقصد ہے کہ اب ہمیں اس کے خیال سے بھی شرم آتی ہے۔

سفیر کیا اس سے آپ کا یہ مطلب ہے کہ آپ کے نئے مذہب نے آپ میں کوئی نئی روح پھونک دی ہے اور اب آپ کسی دوسری قسم کے انسان ہو گئے ہیں۔ صحابی۔ جی ہاں میرا بھی مطلب تھا۔

ان کا دل مضبوط ہوتا ہے کہ جو کچھ وہ کر رہے ہیں وہ حق ہے اور یہ اتنی بڑی قوت ہے کہ اس کا مقابلہ نہ دولت کر سکتی ہے اور نہ کثرت تعداد آپ کا سپاہی صرف اسی وقت تک دلیں رہتا ہے کہ جب تک وہ یہ دیکھتا ہے کہ اس کے اپنے ہاتھ میں تلوار ہے اور مخالف کے پاس ہتھیار کے نام سے چھڑی تک نہیں ہمارا سپاہی اس وقت بھی اسی قدر دلیر و شجاع ہوتا ہے کہ جب وہ یہ دیکھ لے کہ وہ خود تو ہنتا ہے اور مخالف کے جسم پر پانچوں ہتھیار راستہ ہیں کیونکہ وہ جانتا ہے کہ حق کی راہ میں جان لینے کی بہ نسبت جان دینا زیادہ مفید ثابت ہوتا ہے۔ اور چونکہ اس کا مقصد حق کے سوا اور کچھ نہیں ہوتا۔ اس لئے وہ اپنے مقصد کو زیادہ سے زیادہ فائدہ پہنچانا چاہتا ہے آپ ایک ایسے سرکردہ سپاہی کا تصور کیجئے کہ جسے مرنے کا خوف نہ ہو بلکہ جس کی تمنا ہی یہ ہو کہ وہ لڑتے لڑتے مرجلیے پھر آپ خود اندازہ کر سکیں گے کہ ایسا جرنی اور ایسا منچلا انسان کیا کچھ نہ کر کر رہے گا ہماری ظاہری بے مروتی پر نظر نہ ڈالئے یہ نہ دیکھئے کہ ہم زرین مسندوں کی بجائے فرش زرین بیٹھے ہیں اس کا کچھ خیال نہ کیجئے کہ ہمارے جسم زرق برق پوشاکوں سے آراستہ نہیں ہیں بلکہ اس طرٹ تو جیہٹھ رائے کہ ہمارے ترکشوں میں اکثر تیرہ شکستہ و فرسودہ اور ہمارے میانوں میں بہت سی تلواریں زنگ آلودہ نظر آ رہی ہیں ہم ان مادی سامانوں کے بھروسہ پر زندگیاں بسر کرنا انسانیت کی توہین خیال کرتے ہیں ہمارا بھروسہ الگ ہے۔ تو

کا دلدادہ اور اس کی کامتقد نظر آ رہا ہے آپ یہ بھی جاننا چاہتے ہیں کہ اپنے پیروؤں میں مذہب اسلام نے وہ نئی عجیب و غریب روح پھونکی ہے کہ جس کی بدولت ان کا ایک ادنیٰ غلام کسی قیصر و کسریٰ کی بھی کوئی حقیقت نہیں سمجھتا۔

میرا خیال ہے کہ کسی چیز کی خوبی کا اندازہ لگانے کے لئے یہ ضروری ہے کہ ہم پہلے خوبیوں کو متعین کریں تا وقتیکہ ہمیں یللی معلوم نہ ہو کہ خوبی کسے کہتے ہیں اور بُرائی سے کیا چیز بھرا ہے اس وقت تک ناپھن ہے کہ ہم کسی چیز کے متعلق فیصلہ کر سکیں کہ یہ اچھی ہے۔

آپ خواہ کسی مذہب کی پیروی کرتے ہوں لیکن اس کے ماننے میں تو آپ کو تامل نہ ہوگا۔ کہ سہو اور عجب علاوہ اس تمام دنیا کا پیدا کرنے والا کوئی ضرور ہے یہ خیال کہ کسی پانچبان کے بغیر ہم ہر ابھرا جین کر راستہ ہو گیا ہے عقلی نقطے کچھ اس قدر بعید ہے کہ اگر ہم چاہیں بھی تو اسے تسلیم نہیں کر سکتے۔ میں اس حقیقت سے ناواقف نہیں ہوں کہ دنیا میں ایسے بھی کچھ انسان ہیں جو خدا کے وجود کو تسلیم نہیں کرتے صرف اس لئے کہ دوسری ہزاروں لاکھوں محسوس اور معلوم چیزوں کی طرح انہیں خدا کہیں نظر نہیں آتا۔ اور وہ کسی ایسی ہستی کو ماننے کیلئے تیار نہیں ہیں کہ جسے وہ اپنے حواسوں کے ذریعہ سے معلوم نہ کر سکیں۔ ان کی مغرور عقل انہیں اجازت نہیں دیتی کہ ایک ان بھی ہستی کو اپنا خالق مان کر وہ اپنی اور ان کا فلسفہ یہ بتانے سے ہمیشہ عاجز رہا ہے۔ اور عاجز رہتا ہے کہ پھر آخر یہ دنیا اور اس کی یہ گونا گون دلچسپیاں کہاں

سفیر۔ آپ کو اپنے باپ دادا کا دین و مذہب تک کرتے کچھ شرم نہ آئی۔

صحابی۔ ایک غلط چیز کو چھوڑ کر صحیح چیز کو قبول کرتے وقت انسان کو شرم نہیں بلکہ فخر محسوس ہونا کرتا ہے۔ بشرطیکہ انسان صحیح الفطرت ہو۔

سفیر۔ جب تک کہ مجھے یہ نہ معلوم لگے کہ آپ اس نئے مذہب نے آپ کو کیا سکھایا ہے اس وقت تک میں یہ کیسے تسلیم کر سکتا ہوں کہ اب آپ نے صحیح مذہب اختیار کیا ہے۔

صحابی۔ یہ بات مجھے کچھ زیب تو نہیں دیتی۔ کہ حضور رسالت مآب اور دیگر جلیل القدر صحابہ کی موجودگی میں تعلیمات اسلام کے متعلق کچھ زبان کھولوں لیکن چونکہ خود حضور انور کا حکم ہے اس لئے میں آپ کے اطمینان خاطر کے لئے سب کچھ بیان کرنے کو تیار ہوں بشرطیکہ آپ توجہ سے سنیں اور وہ اگر کسی قدر طویل بھی ہو تو گھبرا نہ جائیں۔

سفیر۔ میں اس وقت ہم گوش ہوں آپ کچھ کہنا چاہتے ہیں فرمائیے۔

صحابی۔ میرے معزز اور محترم دوست! آپ مملکت عجم سے چل کر اتنے دور و دراز فاصلے پر صرف اس لئے تشریف لائے ہیں کہ یہ معلوم کریں کہ اسلام میں وہ کونسی ایسی خوبی ہے کہ جس کی وجہ سے ہر انسان کا دل اس کی طرف کھینچنے لگتا ہے۔ اور جس کی وجہ سے اس نے ایسے تھلیل عرصہ میں اس قدر حیرت انگیز ترقی کی ہے کہ اب تقریباً سارا سارا عرب اس

سے آگئیں اس وقت ان لوگوں سے اعلان کے خیالات  
 وعقائد سے بحث نہیں ہے کیونکہ جہاں تک میرا خیال ہے  
 آپ کسی ایسی مذہب کے پابند ضرور ہیں اور چونکہ دنیا  
 کے ہر مذہب کا یہ دعویٰ ہے کہ وہ بندوں کو خدا سے ملاتا  
 ہے اس لئے وہ خدا کی ہستی اور وجود سے بے نیاز نہیں  
 ہو سکتا۔ آپ اسے ایزد اور داور کے نام سے پکارتے  
 اور اگ اور سورج کو اس کے جلوے خیال کر کے ان کی  
 پرستش کیجئے یا پتھروں سے تراش تراش کر مختلف الاشکال  
 اصنام بنائیے اور انہیں ذات باری کا منظر سمجھ کر ان کے  
 آگے سر جھکائیے ہر حال یہ سب ثبوت اسی بات کا  
 ہے کہ آپ اپنے سے بالاتر کسی ہستی کو اپنا مالک اور اپنا  
 خالق تصور کرتے ہیں۔ اور آپ کا خیال ہے کہ ہمیں اس  
 ہستی کی خوشنودی اور رضا حاصل کرنی چاہیئے۔ آپ طرح  
 طرح کی عبادتیں اور ریاضتیں کرتے ہیں اور اپنے جسم  
 کو بہت سی تکلیفیں اور اپنی روح کو بہت سی آذیتیں  
 پہنچاتے ہیں صرف اس لئے کہ اس بزرگ اور بالاتر  
 ہستی کا قرب حاصل کر سکیں کہ جس نے ہمیں پیدا کیا اور  
 جس نے اپنی پیدا کی ہوئی عظیم الشان دنیا ہمارے سپرد کر  
 دی ہم ایک چھوٹی سی چھوٹی گھاس کی پتی نہیں بنا سکتے  
 لیکن بڑے سے بڑے تندر اور بلند درخت کو بھی یہ قدرت  
 حاصل نہیں ہے کہ جب ہم اپنے مکان بجانے یا اپنی آگ  
 جلانے کی خاطر اس کی شاخیں کاٹنی چاہیں تو وہ ہمارے  
 قبر سے اپنے آپ کو بچالے ہم ایک ننھے سے تنہا بھنگا  
 یا کیڑا بھی پیدا نہیں کر سکتے۔ لیکن بڑے سے بڑے  
 قہار ہاتھی گھوڑے بھی اس وقت کان نہیں ہلا

سکتے جب ہم سوار ہونے کی غرض سے ان کی پیٹھ پر  
 زمین کیسے جھکیں اور پہاڑ اور سمندر اور رگزار غرضیکہ دنیا  
 کے چپے چپے پر ہم گھومتے پھرتے ہیں لیکن کہیں کوئی  
 ایسی مخلوق نظر نہیں آتی جسے ہم مغلوب نہ کر سکیں ہر  
 جہاں بجانب ہم نکلیں دوڑتے ہیں لیکن کوئی اپنا مقابل نہیں  
 دکھائی دیتا اور ان تمام حالات کو دیکھ کر ہم نے یہ صحیح نتیجہ نکالا  
 ہے کہ ہم اشرف المخلوقات ہیں اور اس دنیا میں حکومت کرنے  
 کے لئے بھیجے گئے ہیں۔ آپ یہ بھی مانتے ہیں کہ پیدا کرنے  
 والا کوئی ہے اور آپ یہ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ ہم اس پیدا  
 کرنے والے کی مرضی اور مشیت کے مطابق اس دنیا میں بھیجے  
 گئے ہیں تاکہ اس کی دنیا پر حکومت کریں دوسرے الفاظ  
 میں ہم اسے یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ اس تمام کائنات کا پیدا  
 کرنے والا اور حقیقی مالک تو خدا ہے یا اور جس نام سے  
 آپ اسے پکارتے ہیں اور اپنی تمام مخلوقات میں سے  
 اس نے ہمیں یعنی نسل انسانی کو اس بات کے لئے منتخب کیا  
 ہے اور اتنا شعور و اختیار دینا ہے کہ اس کے نام پر  
 اس دنیا میں حکمرانی کیا کریں۔ اگر یہ دونوں باتیں آپ کے  
 نزدیک مسلم ہیں تو اب میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ آج اس  
 طویل و عریض دنیا میں کتنی قومیں ایسی ہیں جو اللہ کی زمین پر  
 اللہ کی حکومت قائم کر کے اس کے نام پر اس کے امان  
 میں حکمرانی کر رہی ہیں۔ آپ شاہ عجم کے سفیر ہیں اور اس  
 وقت ہمارے ملک میں آپ کی حیثیت دربار عجم یا  
 شہنشاہ عجم کے نمائندے کی ہے اس حیثیت میں آپ جو  
 کچھ کریں گے اور آپ سے جو حرکتیں سرزد ہوں گی انہیں  
 ہم لازمی طور پر شاہ ایران یا دربار ایران کی حرکتیں خیالی



کریں گے آپ اگر خوش خلق نیک مزاج اور انصاف پسند  
ہیں تو ہمارے دلوں پر دیدار ایلان کا اچھا اثر پڑے گا  
اور ہماری نظروں میں آپ کی سلطنت کی وقعت بڑھ جائے  
گی۔ لیکن آپ کی حرکات ناشائستہ اور آپ کا طرز عمل  
ناپسندیدہ ہے تو ہماری نگاہوں میں آپ نہیں بلکہ آپ  
کی سلطنت سبک ہو جائے گی۔ انسانی جماعتیں اگر آج  
اخلاقی اہلیہ سے متصف نہیں ہیں اور اگر انہوں نے خود کو  
دوسرے تمام بہائم کی طرح پست اور تبذل بنا لیا ہے  
تو یہ درحقیقت ذات باری تعالیٰ کی توہین ہے اور ایک فہمی  
نہان ہونے کی وجہ سے اگر آپ کے دل میں اپنے پیدا کرنے  
والے کی بھی غفلت اور محبت موجود ہے تو اس خیال سے  
ضرور آپ کے دل کو صدمہ ہوگا۔ کہ اشرف المخلوقات انسان  
آج کس درجہ گمراہ ہو گیا ہے۔ قدرت کاملہ نے اُسے دنیا  
میں اپنا نائب اور اپنا خلیفہ بنا کر بھیجا تھا اسے کچھ اختیارات  
دیئے تھے اور اُسے عقل سیسی نعمت عطا کی تھی کہ جس کے ذریعہ  
سے وہ ہر قسم کی مخالفت اور مزاحم طاقتوں کو مغلوب کر سکے  
اور وقتاً فوقتاً اپنے مخصوص پیغام پر اس کی ہدایت کے لئے  
اس کے پاس بھیجے تھے بولتے رہتے تھے کہ کوئسا  
راستہ صحیح ہے اور کوئسا غلط لیکن ان تمام انتظامات  
کے باوجود آپ تمام دنیا میں کسی ایک انسانی گروہ کا بھی  
نام نہیں بنا سکتے جس نے انسانی شرف و مجد کو نہ کھو دیا  
ہو اور جس نے اپنی مذہم حرکات کی بدولت باری تعالیٰ کی  
توہین کی ہو عیسیٰ و موسیٰ کی امتیں ہوں یا کنفیوشس اور  
زرشت کے مقلد سب نے اپنے اپنے مرشدوں کی تعلیم  
اور ہدایت کو بحیرہ فراموش کر دیا ہے اور آج جن اخلاقی

ذمہ کے حامل ہیں اس کے خیال سے انسان تو انسان  
ہے بہائم کو بھی شرم آجاتی ہے آپ یقین کیجئے کہ جو کچھ  
میں کہہ رہا ہوں اس سے ہرگز ہرگز کسی خاص قوم یا کسی  
خاص فرقے کی توہین و تذلیل مراد نہیں ہے اور آپ ایک  
لمحہ کے لئے بھی یہ خیال دل میں نہ لائیگا کہ میں آپ کی قوم کو  
حقارت کی نگاہ سے دیکھتا ہوں نہیں بلکہ جو کچھ میں بیان کر رہا ہوں  
یہ تمام انسانی امتوں کی حالت ہے اور چند روز قبل خود  
عرب اور قبائل عرب کی بھی یہی۔ بلکہ شاید اس سے بھی  
بتر حالت تھی آپ نے دنیا دہی ہے اور ایک بڑی سلطنت  
کے سفیر ہونے کی وجہ سے یقیناً آپ نے مجھ سے بہت  
زیادہ سفر کئے ہیں آپ کو اچھی طرح معلوم ہے کہ آج انسانی  
جماعتیں کیا کچھ کورہی ہیں۔ مذہب کا نام لیکر اور مذہب  
کی آڑ میں جیسی کچھ خونریزیاں ہو رہی ہیں اُن کے خیال  
سے بھی دل کا نہپ اٹھتا ہے مذہبی پیشوا فرمانروایان  
وقت کے ہاتھوں تھوڑی سی دولت کے لالچ میں بک  
گئے ہیں۔ اور اس ایک ظالم اور ناخدا ترستی کی خصوصیت انہیں  
اور خواہشات کو پورا کرنے کے لئے لاکھوں انسانی جانوں  
کی ہلاکت کے قوتے صادر کر دیتے ہیں ہر ملک اور  
قوم میں تنہا ایک فرد واحد کہ جو لمبا اوقات لائق  
اور قابل بھی نہیں ہوتا محض تھوڑے سے مال و زر کے انبار  
اور تھوڑی سی جلا و صفت، فوج کی بدولت پورے ملک  
کا بلا شرکت غیر ملکہ الٹ اور پوری قوم کا آقا ہے و لی  
نصرت بن کر بیٹھ گیا ہے درحالیکہ اسی ملک اور اسی قوم  
میں اس سے بہت زیادہ لائق اور بہت زیادہ بہادر اور  
شجاع لوگ موجود ہیں کیا اپنے ملک میں یا اور دوسرے

ملکوں میں جہاں آپ سیف کی حیثیت سے آگئے ہوں یہ تماشے آپ کی نظر سے نہیں گزرے ہیں کہ کوڑوں انسانوں کی بستی پر کوئی ایک فرد واحد حکمران ہے اس لئے نہیں۔ کہ ان کوڑوں افراد نے اسے اپنے درمیان سب سے بہتر اور سب سے زیادہ لائق تصور کر کے ان خود اپنے ملک کی حکومت اس کے سپرد کی ہو بلکہ صرف اس لئے کہ حسن اتفاق سے وہ ایک بادشاہ کے گھر پیدا ہو گیا تھا۔ اور اب باپ کے مرنے کے بعد با کسی استحقاق کے ملک کی حکومت وراثت کے طور پر اس کے ہاتھ آگئی ہے کیا آپ نے یہ نہ دیکھا ہو گا کہ اس طرح بلا کسی حق کے تخت و تاج حاصل کرنے والے اپنے آپ کو نہ صرف اس ملک کی زمین کا بلکہ ان کوڑوں باشندگان ملک کا بھی مالک ادا آقا تصور کرتے ہیں اور ایک فدا سی بھی مزاج کے موقع پر یا لبہ اوقات محض تقنین زر کے طور پر باشندگان ملک کی جانیں لے لیتے ہیں کیا آپ کو کبھی اس ہوش ربا نظائیے سے واسطہ نہیں پڑا ہے کہ قوم کا ایک غیور اور خود دار شخص بلا کسی قصور کے محض اس لئے جھوٹے شہروں کے آگے ڈال دیا گیا کہ حضرت جہاں پناہ کو اس کی خود داری پسند نہ تھی۔ کیا آپ کے سامنے کبھی کوئی ایسا واقعہ پیش نہیں آیا کہ ایک لائق، ہونہار اور ایک شریف نوجوان جسے جرم و خطا کتنے کی موت مار دیا گیا صرف اس لئے کہ اس کی بیوی یا بہن حسین تھیں اور خداوند نعمت اسے جرم مراد سے سبیلانی میں داخل فرمانا چاہتے تھے۔ لیکن وہ بد بخت اس پر راضی نہ تھا کیا کبھی آپ کو اپنے یا دیگر ممالک کے معبودوں میں جانے کا اتفاق ہوا ہے۔ اگر ہوا ہے تو کیا آپ نے یہ معلوم کرنے کی

کوشش کی ہے کہ وہاں مذہب کے نام سے کیا کچھ ہوا کرتا ہے کیا آپ اس راز سرستہ سے واقف ہیں کہ ان مقدس ہستیوں سے جنہوں نے ظاہر میں دنیا ترک کر رکھی ہے دنیا کا کوئی مذہب سے مذہب فعل بھی چھوٹا ہوا نہیں ہے کیا آپ کو معلوم ہے کہ ان مقدس چار دیواریوں کے اندر ان تقدس مآب ہستیوں کے ذریعے کسی نوجوان اور دوشیزہ عورت کی عصمت محفوظ نہیں ہے کیا آپ اس نفرت انگیز حقیقت سے خبردار ہیں کہ ان جرموں کے اندر بسنے والی تارک الدنیا کنوئیاں اکثر دیشتر صورتوں میں کئی کئی بچوں کی مائیں ہیں۔ ان بچوں کی مائیں کہ جنہیں دنیا کی شرم کی وجہ سے زندہ دفن کر دیا گیا کیا دنیا کے کسی گوشے میں کوئی قوم ایسی آپ کو نظر پڑی کہ جہاں عورت کی عصمت و عصمت کی کوئی قدر کی جاتی ہو اور کمزور فرقہ واثات کو محض ان کے کمزور ہونے کی بنا پر ان کے تمام حقوق سے محروم کر دیا گیا ہو کیا اپنی سیاست کے دوران میں کبھی آپ کا گذر کسی ایسے ملک میں ہوا ہے جہاں عورت کو مرد کی ایک انسانی کینز اور انسانیت کے لئے باعث صدمہ نہ خیال کیا جاتا ہو کیا آپ کو معلوم ہے کہ بعض مذہبوں کے پیشواؤں نے عورت کو انسانی نسل ہی سے خارج کر دیا ہے اور اسے شیطان کی بیٹی یا اور ان خبیثہ کے لقب سے یاد کیا کرتے ہیں اور غریب عورتوں ہی پر کیا منحصر ہے کمزور اور کم طاقت مرد ہی اس مصیبت سے کب محفوظ ہیں کیا آپ کے ملک میں گاہر مولیٰ کی طرح ان شرف المخلوقات انسان نہیں بیچے جاتے اور کیا اس طرح بکے ہوئے انسان اپنے خرید کرنے والوں کی بالکل اسی طرح ملکیت نہیں بن جاتے کہ جیسے اونٹ گھوڑے

اور بھیاں ہوتی ہیں۔

انسانی عدم مساوات میں تک محدود نہیں ہے اور میرا خیال ہے کہ خود ایک امیر کبیر اوڈو و تمند انسان ہونے کے باوجود کسی مذکبی تو ضرور ایسا ہوا ہوگا کہ آپ کا دل یہ دیکھ کر دکھا ہو کہ آپ یا آپ کے طبقے کے چند انسان تو بہتر سے بہتر غذائیں کھاتے ہیں عمدہ سے عمدہ شرابیں پیتے ہیں نفیس سے نفیس کپڑے سے تن پوشی کرتے ہیں۔ اور بچے سے اچھی سویریاں استعمال میں رکھتے ہیں۔ غریب کی طرح کے عیش اڑاتے ہیں اور اس تمام آسائش و آرام حاصل کرنے کے لئے ذرا سی جی محنت اور تکلیف لیتے ہیں۔ انہیں اٹھنے آپ ہی کے لاکھوں روپے اور کروڑوں روپے کی محنت و محنت آپ ہی کی طرح انسان ہیں بلکہ ممکن ہے کہ ان کے لئے انسانی مسائل میں آپ سے بھی کچھ بہتر ہوں۔ ان کی محنت اور مشقت کرنے کے باوجود اپنے اور اپنے بچوں کے پیٹ میں روکھی سوکھی روٹی بھی پیٹ سکر نہیں ڈال سکتے۔ شربت اور شرابیں تو درگزار انہیں بعض اوقات ٹھنڈا اور صاف پانی بھی کافی مقدار میں میسر نہیں آتا۔ حریر و دیبا کا انہیں نے نام تو ضرور سنا ہے اور اسے بن کر تیاہی کیا ہے۔ لیکن خود انہیں اپنی ستر پوشی کے لئے جو چیز میسر آتی ہے وہ دو ایک میسے کچیلے چمڑوں کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔ وہ گھوڑے اور ہاتھی سے بس اسی قدر واقف ہیں کہ ان کا آقا ان پر سوار ہوتا ہے اور وہ ساتھ ساتھ رکاب تھامے دوڑتے ہیں مولے اور چاندی اور ہیرے موتی زمین اور سمندر سے وہ نکالتے ضرور ہیں لیکن اپنے لئے نہیں بلکہ اپنے سرمایہ دار آقا یا

ولی نعمت کے لئے ان کا سب سے بڑا عیش اور سب سے بڑا آرام اگر ہے تو یہی کہ کڑکڑاتے جالوں میں جبکہ جسم کے اندر خون مجھد ہونے کے قریب ہو تو کہیں سے ذرا سی آگ میسر آجائے اور وہ تاپ کر خون میں سیلان قائم رکھ سکیں یا گرمیوں کی چمچلاتی دھوپ میں جبکہ چیل انڈا چھوڑتی ہو انہیں کام سے اتنی فرصت ملجائے کہ دم بھر کو لپسینہ خشک کرنے کے لئے کسی سایہ دار درخت کے نیچے جا کھڑے ہوں اور یہ تمام مصیبتیں اور تکلیفیں ان کی جان پر اس لئے نہیں ہیں کہ انہوں نے کوئی گناہ یا جرم کیا ہے بلکہ صرف اس لئے کہ انسانی جماعتوں نے عام طور پر جو نظام معاشرت کیا ہے۔ وہ تھوڑے سے خود غرضانہ آسانی پسند افراد قوم کا تیار کیا ہوا ہے۔ جن کا مقصد اس کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔ کہ گنتی کے چند ایسے افراد قوم تو مزے اڑائیں۔ غریب کے پاس مال و دولت ہے اور باقی سدا کنہہ جسمیں کروڑوں انسان شامل ہیں۔ رات دن ان مفت خوروں کی غلامی کر لے۔ اور پھر کبھی بھوکوں دے ایسے سخت ظلم ایسی مرتج نا انصافی اور اسی قدر عدم مساوات کی موجودگی میں بھی کیا آپ کسی طرح یہ دعویٰ کر سکتے ہیں۔ کہ نبی نوع انسان بھلائی اور خیر کے راستہ پر گامزن ہے میں نے آپ سے درخواست کی تھی کہ کسی چیز یا کسی مذہب کے متعلق اس کی اچھائی بُرائی کا فیصلہ کرتے سے پہلے یہ ضرور ہی ہے۔ کہ ہم اچھائیوں اور بُرائیوں کا یقین کر لیں۔ اس لئے میں نے یہ تمام حالات آپ کے سامنے بیان کئے ہیں۔ اب غالباً آپ بہت آسانی سے بھلائیوں اور بُرائیوں کا یقین کر سکیں گے۔ پھر بھی آپ کی اگر یہی

میں بھی کچھ غدر نہ ہو گا:

خدا ہمیشہ ہو۔ کہ میں بھی اپنے سلسلہ بیان کو جاری رکھوں۔  
اور خوبیاں اور برائیاں بھی میں گنزاؤں۔ تو مجھے اس

# اسلام کی قوت برقی

(از جناب سید الطاف حسین صاحب بی۔ اے۔)

باوجود قلیل فرصتی کے اسلامی عمل کی برقی قوت پر چند اشارات قلم بند کریں۔ اور واضح کر دیں کہ ہر قرآنی سطر اسلامی عظمت کی زریں لکیر ہے جس کی تہ میں خوشحالی اور رضائے الہی نظر آتی ہیں۔ مگر کون ہے وہ صاحب اور اک جو دورِ حاضر میں قرآن کی سطور کے اسباق عظمت سیکھے۔ اور قوم اور مذہب کے لئے نئی دنیا تعمیر کر لے۔ جہاں قرآنی آئین کا فرما ہوسے

کریں گے اہل نظر تازہ بستیاں آباد

مری نگاہ نہیں سوئے کعبہ دلخداد

بہر نور جاری بحث اسلام اور عمل سے ہے۔ اور

یہ امر و مباحث طلب ہے۔ کہ کس طرح جسد اسلام میں

روح عمل کا دائمی نشین ہے

اسلام ایسا مذہب ہے۔ جو ہمارے ہر شعبہ زندگی

میں چراغِ راہ ہو سکتا ہے۔ اور اگر ہم اسے رہنماۓ حیات

بنالیں۔ تو دنیا میں کوئی طاغوتی طاقت ہمارے

نہیں سکتی۔ اسلام خود ایک غیر محدود طاقت ہے اور

دنیا کی تاریخیں اس بختِ اسلامی سپرٹ کی مدح خوانی

اسلام دینی فطرت ہے جس کا سمجھنا ہر شخص کے لئے ممکن ہے۔ اس میں ذہنی پیچ و خم نہیں۔ اس کے لوازم و لواہی صاف اور عیاں ہیں۔ قرآن حکیم جو اسلامی اصولوں کا مرقع ہے۔ نہایت متین اور واضح کتاب ہے۔ وقرء بین اور فلسفیانہ دماغ لوگوں کے لئے جو بالہنی رعنا یاں اور عرفانی جلوہ کاریاں و حیات ارفع کی چنگاریاں اس صحیفہ سخی میں ہیں۔ ان کا اندازہ لگانا بہت ہی مشکل ہے اگر عقل و دانش کے لطیف نکات کی جستجو میں قرآن حکیم کو اٹھائیں۔ تو سورۃ فاتحہ میں ہی معانی کے سمندر متلاطم نظر آئیں گے۔ اصحابِ فہم و ذکا تو قرآن حکیم کی ہر سطر میں اس طرح مستغرق ہوجاتے ہیں جیسے کوئی غوطہ زن سمندر کی گہرائیوں کے سپرد کر دے۔ اور ہر لحظہ میں گوہر کا گونا گوں سے اپنی ٹھیاں بھر کر لٹا ہو علاوہ بریں کلامِ مجید ہر اوسط درجہ کی عقل کے مالک کے لئے بھی اتنا ہی واضح کلام ہے۔ جتنا کہ نکتہ شناس علماء کے لئے دقیق اور لطائف کا مرکز۔

ہم اس مقالہ میں چاہتے ہیں کہ ناظرین کے سامنے

توان کے مقابلہ میں کفار کے لشکر غبار کی طرح اڑ جاتے تھے۔ یہ فتح فقط قرآنی سپرٹ اور قرآنی قوت برقی کے سبب تھی۔ وہ مشی بھرتوس ایک عالم پر کیونکر چھا سکتے ہیں۔

دینی حضرت عمرؓ جو پہلے در در کفر کا ایک نامور سرغنہ تھے مگر ان کی شخصیت خود سری عکس بازی اور بت پرستوں کی حمایت کے لئے متضاد خیال کی جاتی تھی اور مالکیر عظمت کی چنگاریاں کفر کی تہوں میں سنگ ایسی تھیں ان کی تلوار میں زور نہ تھا۔ ان کے قلب میں تڑپ نہ تھی۔ اور ان کی زندگی بروت کے توڑے کی طرح آہستہ آہستہ آفتاب وقت کے سامنے پھسل رہی تھی مگر حکیم عرب کے سامنے تسلیم خم کرنے سے عظمت کی سنگتی ہوئی چنگاریاں بھڑک اٹھیں اور فروع انظم کی عظمت کا شہرہ چار وائج عالم میں قائم ہو گیا اس ایک نکتہ درخشانی کا باعث صرف نسخہ قرآن ہے۔ جس نے تمام قبی اراض کو ختم کر دیا۔ اور سینوں کی تاریکی میں خدائی چراغ روشن کر دیا۔ حضرت عمرؓ کے قبول اسلام سے عظیم انقلاب برپا ہو گیا۔ اور وہ شخصیت جو پہلے آجک فلاسفر عرب کو غلط مدعی سمجھتی تھی اپنے منطقی سیرس معیوں کے لئے تقویت قلب کا باعث ہوئی۔ اور انہیں بھنور کر یوں خطاب کیا ہے

کو مشگاف تیری عرب اتجہ سے کشا و خرق

تینغ بالال کی طرح عیش نیام سے گزر !

اب دنیا جانتی ہے۔ کہ فادوق انظم نے کس طرح اسلام کے مہندے کو عالم کے بسط و کشاد میں گاڑا۔

کر رہی ہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوات اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کے فتوحات اور معرکہ کربلا کے واقعات دنیا کے عمل کے لئے لافانی یادگار ہیں۔ اس سے قطع نظر خود باقی اسلام کی زندگی کا ہر واقعہ قوت یزدانی اور تائیدات ایزدی کا منظر اہم ہے۔ چنانچہ سارے عرب کے خلاف معرکہ سقیہ میں ش جانا ایک نقید المثال واقعہ ہے۔ مؤرخین جب عرب کے ایک اُمتی کو مخزن دانش۔ اور روحانیت کا ٹھکانہ مارتا ہوا سمندر۔ اور استقلال کا پہاڑ پاتے ہیں۔ تو انگشت بدنداں رہ جاتے ہیں۔ اور ایسی عظیم اور کریم شخصیت پر پوری روشنی ڈالنے سے ان کے قوا مضد ہو جاتے ہیں۔ مگر اس عظمت اور یزدانی قوت کا راز عمل میں مضمر تھا۔ اور آنحضرت کے اقوال و افعال میں قرآن کی روح سانس لیتی نظر آتی تھی۔ بقول حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم چلتے پھرتے قرآن تھے جس آہنی عزم اور استقلال کا اس فرد واحد نے مظاہرہ کیا۔ اس کا عکس ان کے اصحاب کی زندگیوں کو بلند کر رہا تھا۔ حضرت سیدنا ابوبکر صدیقؓ حضرت سیدنا عمر فاروقؓ حضرت سیدنا عثمان غنیؓ اور حضرت سیدنا علیؓ یہ تمام قوت یزدانی کے پیکر تھے مراتب قرآن اور اطاعت رسول ان کی زندگیوں کا خلاصہ تھا آج دنیا میں اقوام کے عروج کی تقدیریں بدل چکی ہیں اور تاریخ کردار کو تقلید پر ترجیح دے رہی ہے۔ مگر اس اصول کو قائم کرنے والے پیروان اسلام ہی تھے۔ چند طوفانی پیکر شخصیتیں پیٹ پر چھرباندرہ کر لگتی تھیں

عمل کی جان ہوتی ہے بیوقوفی تہوں سے پہناں نہیں رہ سکتی۔ اور انہیں تقدیر کے گھاؤں سے آفتاب فتح درخشاں و تاباں نظر آجاتا ہے۔

مضمون کے سابقہ حصے میں ہم نے اسلامی عمل کی برقی قوت کا ذکر کیا ہے اور ظاہر کیا کہ تقدیر کے ٹکڑے عمل کی باوجود سب سے کس طرح شکستہ ہو جاتے ہیں۔ اور اسلامی تاریخ کا حوالہ دیکھ بتایا ہے کہ کس طرح ایک اہلیت جو حق گردانہ کے سبب غفلت کے ہالہ پر پڑے کرستاروں سے ہمکلام ہوتی ہے۔ دریاؤں میں راہ نکالتی ہے۔ دم عیسیٰ سے مردوں کو جلاتی ہے۔ دشمنوں کی آندھیلوں کو بندر بازو روکتی ہے۔ اور زور اعمال سے نعرہ حق بلند کرتی ہے۔

ہم تاریخین کو اہم کو ایک سخت حقیقت سے آشنا کرنا چاہتے ہیں۔ اور وہ حقیقت یہ ہے کہ اسلام کی اصل عینیت کو بکھٹانا اور وحدت الہی کا دعویٰ بننا کوئی آسان کام نہیں ہے۔ بلکہ اس سے پیشتر ہمیں قلب کی پیمائشوں کو ٹوٹنا ہے۔ اور رسول برحق ﷺ اور قرآن کے لئے محض صدق و دعا کو بطور بساط بچھنا ہے۔ اللہ کے خوف کو اپنی ہستی پر مسلط کرنا ہے۔ اور عزم بالجہم کے ساتھ خدائی احکام و مناسبات کا مطالعہ کرنا ہے۔ اور فقط نسخہ قرآن کو دماغی طور پر برتنا ہے۔ اور مہنیاات سے مکمل پرہیز کرنا ہے۔ اور زندگی کے پودے پر فقط قرآنی پیوند لگانے ہیں

آج ہم سینیل کے اندھ خودی کی دور بین سے دیکھیں۔ تو ہزاروں عرفانی جلوے اور ربانی تجلیات

اور گھولت اسلام کے سبب کفار کے قلب پر لرزہ خالی کر دیا۔ اسلامی غیلف کی شہرت کو سن کر غیر ممالک سے ایچی کرتے تھے۔ تاکہ غفلت کے علمبردار کا دیدار حاصل کریں۔ یہ سب وہ نقیضہ دھجیوں اور جھوٹوں میں پوشیدہ غفلت اور صولت کو دیکھتے تھے۔ تو ان کی آرزوئیں خاک میں بل جاتی تھیں۔ اور قوت مقابلہ صبح کی شمع کی مانند گل ہو جاتی تھی۔ یہ تھا ان اسلامیل کا اخلاق اور دبہ۔ اور یہ تھے ان کے تقدیر شکن بازوؤں کے کرشمات۔ واقعی ڈاکٹر اقبال نے سچ کہا ہے

کافر ہے تو ہے تابع تقدیر مسلمان

مومن ہے تو وہ آپ ہے تقدیر الہی

یہ تقدیر کا مسئلہ جو ہزاروں فلسفیل کو بے چین کرتا رہا۔ اور انہیں ذہنی کاوشوں سے دم بھج کر ذہنت نندی اسلام کی قوت بتاتی ہے دموں میں حل کر دیتا۔ اور اہل فہم و ذکا اس بات پر متفق ہو گئے۔ کہ قرآن کی ہر سطر کو زندگی کا ترجمان بنانے سے جو قوت حاصل ہوتی ہے۔ وہ تقدیر کے پیچ و خم کو کیسر ہول کر دیتی ہے اور یہ حقیقت برہنہ ہو جاتی ہے۔ کہ تقدیر کی باریکیاں فقط جوش کروارہ کی بانڈیاں ہیں۔ سچ ہے

راز ہے راز ہے تقدیر جہاں ملک و تاز

جوش گردار سے کھل جاتے ہیں تقدیر کے راز

یونانی سپرٹ ہم کو کہہ رہی ہے۔ بد پاک اور صاف اعمال کے ضامن بنو۔ پھر خدا آپ کے نعم البدل کا نام لے کر تقدیر کے ہزاروں لہیٹ آپ کے اعمال سے مجرب کر دیں۔ مگر وہ برقی زندگی جو ہر پلگیرہ

طور قلب پر کور بھائی۔ قرآن نافی۔ اور خدا شناسی کے  
 سبب متحد و پنہاں نظر آئیں گی  
 وہ آتش آج بھی تیرا نشیمن بھونک سکتی ہے  
 طلب صادق نہ ہو تیری تو پھر کیا شکوہ ساقی  
 اگر آج قرآن بھی شروع ہو جائے۔ اور خدا ترسی  
 بھی ہو۔ تو کوئی وجہ نہیں۔ کہ عظمت کے پڑے یکدم  
 چاک نہ ہو جائیں۔ اور برق حقانی پھر درخشاں نہ ہو۔  
 وہ دل جو نفرت اور آرزو ہوا کی دھونکتی سے گرمائے جا  
 رہے ہیں۔ اگر قرآن بھی سے زندگی کی قدیم تلاشیں۔ تو  
 کوئی وجہ نہیں کہ اسلامی عظمت کی عمارت کے لئے  
 رستہ اور گارا مہیا ہوتا چلا جائے۔ قرآن بار بار کہہ  
 رہا ہے۔

دل بیدار پیدا کر کہ دل خوابیدہ ہے جب تک  
 نہ تیری طرف ہے کسی نہ میری ضرب ہے گری  
 اس مختصر مقالے میں ہم نے ناظرین کو صرف  
 اسلامی قوت کی جانب متوجہ کیا ہے۔ اور قلتِ وقت  
 کے باعث ٹھوس تاریخی مواد سے احتراز کیا ہے۔  
 اس بارے میں ہم قارئین کو ام سے معافی کے خواہشمند  
 ہیں۔ مگر تاہم اپنی تمام غامیوں کے باوجود اگر ہماری اس  
 مختصر تحریر نے فوجوانانِ ملت میں عظمت اور شوکت کے  
 قصورات بیدار کر دیئے ہیں۔ تو اسے ہم باعثِ فخر و مباحات  
 خیال کریں گے۔ اور شوق کے ان ٹھٹھاتے شراؤں کو زیادہ  
 بھرکانے کے لئے اپنی حقیر خدمت کو اس سالے کے ذریعے ناظرین  
 کرام کی تذکر کرتے رہا کرینگے اور قوم کی ترقی کیلئے ہمیشہ اپنا ہر دم کھینکے

## مرزا صاحب کا بچپن

(مرزا صاحب کے بچپن کے چکے پات)  
 (از ڈاکٹر خواجہ محمد ایوب صاحب، نوابی آلہ)

چنانچہ اسی سال ۱۸۱۷ء میں روہتلی میں ایک عورت نے  
 صادقین کی مقدس و مطہر زندگیوں کے ابتدائی دور کو  
 دیکھا جائے تو وہ ہر قسم کی آلودگی سے پاک صاف نظر  
 آئیں گے اور بچپن میں بچپن کے کھیل کود اور شوقِ خیاں مغفود  
 ہوں گی کیونکہ قانونیاتی عقیدے کے بالکل خلاف ہمارا  
 ایمان ہے کہ نبی معصوم پیدا ہوتا ہے۔ اور یہ کہ نبی اپنی

ہمارا ایمان ہے کہ نبی معصوم پیدا ہوتے اور بچپن  
 چڑھے ان کی زندگی کے جس طرح استہانی ایام انسانوں  
 کی رہبری و ہدایت کا نمونہ ہوتے تھے اسی طرح ابتدائی  
 ایام بھی نمونہ ہوتے تھے کیونکہ انبیاء کی حفاظت خود قدرت  
 کرتی تھی۔ اور ان کے گیر گیر کے ارفع و اعلیٰ ہونے اور  
 اعتراضات سے بچانے کا کام خود قبضہ قدرت میں تھا۔

کا صدق و کذب جاچکین اور اس سے ہی ان کی شرفیت کا ابتدائی دور بھی معلوم ہو جائیگا۔

(۱)

”والدہ صاحبہ نے فرمایا کہ ایک دفعہ امیہ سے

چند بوڑھی عورتیں آئیں تو انہوں نے باتوں باتوں میں کہا کہ سندھی ہماری گاؤں میں چڑیاں پکڑا کرتا تھا والدہ صاحبہ نے فرمایا کہ میں نے نہ سمجھا کہ سندھی سے کون مراد ہے۔ آخر معلوم ہوا کہ ان کی مراد حضرت صاحبہ ہے۔ والدہ صاحبہ فرماتی تھیں کہ دستور ہے کہ کسی منت ملنے والے کے نتیجے میں بعض لوگ خصوصاً عورتیں اپنے کسی بچہ کا عرف سندھی رکھ دیتی ہیں چنانچہ اسی وجہ سے آپ کی والدہ اور بعض عورتیں آپ کو بھی بچپن میں کبھی اس نام سے پکار لیتی تھیں۔“

سیرۃ الہدی حضرت مولانا مفتی صاحبہ بشیر احمد

قادیانی صاحب

(۲)

”بیان کیا مجھ سے والدہ صاحبہ نے کہ ایک دفعہ حضرت (مرزا) صاحبہ سناتے تھے کہ جب میں بچہ ہوتا تھا تو ایک دفعہ بعض بچوں نے مجھے کہا کہ جاؤ گھر سے بیٹھا لاؤ (یعنی چوری کر کے۔ ڈاکٹر ایوب) میں گھر میں آیا اور بغیر کسی سے پوچھنے کے ایک برتن میں سے سفید پورا اپنی جیبوں میں بھر کر باہر سے گیا۔ اور راستہ میں ایک مٹھی بھر کر منہ میں ڈال لی پس پھر کیا تھا میرا دم ترک گیا اور برسی تکلیف ہوئی کیونکہ معلوم ہوا کہ جسے میں نے سفید پورا سمجھا کبھیوں میں بھرا تھا وہ بڑا

محنت شاقہ سے نہیں بنتے بلکہ خداوندِ قدوس نبوت کے لئے انسانوں کا خود انتخاب فرماتے رہے۔ اور حضورؐ کو خاتم النبیین قرار دیا اگر فرض محال کے طور پر تسلیم کر لیا جائے کہ ہر شخص نبی بن سکتا ہے بشرطیکہ وہ محنت کرے تو پھر اس کلام میں مضر نہیں ہو سکتا کہ نبی کی ابتدائی زمانگی اور پختہ ہونا بھی گزر سکتا ہے کیونکہ کسی کی عمر میں انسان کو اتنی عقل و فہم نہیں ہوتی کہ وہ اپنے بُرے میں فرق کر سکے نبی کی ابتدائی سوسائٹی میں ادب و انصاف ہی ہو سکتا ہے نبی ابتداً برے کی ریکٹر کا بھی ہو سکتا ہے کیونکہ اس زمانے میں اس کا محنت مشقت کا دور شروع نہیں ہوتا مگر یہ عقیدہ بذات خود گمراہ کن ہو گا۔ کیونکہ ایسا ہونا ہزار ہا عیوب و خرابیوں کا موجب ہے پھر مامور من اللہ ہونے میں خصوصیت ہی کیا رہی لیکن ”تیس جھوٹے نبیوں“ کی ہمیشہ بولنے کے پیش نظر جب اس گمراہ کن عقیدے پر غور کیا جائے تو معاملہ صاف ہو جائیگا کہ انبیاء صاف تین کو تو حلالی کی طرح بڑھا پسے میں بھی خدا کے ہر شخص سے ممتاز رکھا مگر انبیائے کاذبین جو حلالی میں توسی الامکان کا طہری کرتے رہے مگر ان کا بچپن کے کیڑے کیڑے کا تجربہ کیا جائے تو جھوٹ اور کذب زبان حال سے چلا اٹھے گا۔ کہ یہ شخص مہار اور دغا باز ہے یہ ایک نہایت سادہ اور معمولی اصول ہے کہ مدعی نبوت کا بچپن اگر عیوب سے پاک ہے تو اس کا دعویٰ بھی غور طلب ہے لیکن جس کا بچپن ہی قابلِ اعتراض ہو اس کا دعویٰ بھی قابلِ سماعت نہیں کیونکہ اسی معیار پر مرزا صاحب



نہ تھا۔ بلکہ پسا ہوا نمک تھا۔ (یہی حال آپ کی نبرت کا بھی ہے خاکسرایوب)

(سیرۃ المہدی حصہ اول ص ۲۲۷ سولہ میاں بشیر احمد دیانی (۳۰))

”والدہ صاحبہ فرماتیں تھیں کہ حضرت (مرزا) صاحب فرماتے تھے کہ ہم بچپن میں چڑیاں پکڑا کرتے تھے اور ہا قو نہ ہوتا تو تیز کندھے سے ہی جلال کر لیتے تھے۔“

(سیرۃ المہدی حصہ اول ص ۲۲۷ مصنفہ میاں بشیر احمد دیانی (۳۱))

”بیان کیا مجھ سے حضرت والدہ صاحبہ کہ نہا ہی وادی ایم ضلع ہوشیارپور کی رہنے والی تھیں حضرت (مرزا) صاحب فرماتے تھے کہ ہم اپنی والدہ کے ساتھ بچپن میں کئی دفعہ ایم گئے ہیں۔ والدہ صاحبہ نے فرمایا کہ وہاں حضرت صاحب بچپن میں چڑیاں پکڑا کرتے تھے اور ہا قو نہیں ملتا تھا تو سر کندھے سے ذبح کر لیتے تھے (سیرۃ المہدی ص ۲۶)

(۵۱)

”خاکسار (مرزا بشیر احمد صاحب) کے ماموں ڈاکٹر میر محمد تلعین صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک دفعہ گھر میں ایک مرغی کے چوزہ کے ذبح کرنے کی ضرورت پیش آئی اور اس وقت گھر میں کوئی اور اس کام کو کرنے والا نہ تھا۔ اسلئے حضرت (مرزا) صاحب اس چوزہ کو ہاتھ میں لے کر خود ذبح کرنے لگے مگر بجائے چوزہ کی گردن پر چھری پھیرنے کے غلطی سے اپنی انگلی کاٹ ڈالی جس سے بہت خون گیا

اور آپ توبہ توبہ کرتے ہوئے چوزہ کو چھوڑ کر اٹھ کھڑے ہوئے پھر وہ چوزہ کسی اور نے ذبح کیا۔۔۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے چونکہ کبھی جانور وغیرہ ذبح نہ کئے تھے اسلئے بجائے چوزہ کی گردن کے اپنی انگلی پر چھری پھیر لی۔“

(سیرۃ المہدی حصہ دوم ص ۷)

(۶)

”جس زمانے میں حضرت مسیح موعود کا بچپن جوانی کی طرف جارہا تھا۔ عام طور پر لوگ ہتھیارات رکھتے تھے اور استعمال کرتے تھے اور لنگہ وغیرہ اور تلوار کے کرتب کی ورزشیں عام تھیں لیکن حضرت مسیح موعود چونکہ یضیع الحرب کے لیئے آئے تھے۔ اور ان کے زمانے میں امن و آسائش کی راہیں کھل جانے والی تھیں۔ آپ نے ان امور کی طرف توجہ نہیں کی بحالے کہ یہ امور لازمہ شرافت و شجاعت سمجھے جاتے تھے۔“

(امور شرافت کی طرف توجہ کرنے کی ضرورت)

بھی کیا تھی اور یضیع الحرب کیا مجاہد رسول عربی کا ظل ہو سکتا ہے۔ (ڈاکٹر ایوب)

(حیات النبی جلد اول نمبر دوم ص ۱۳۷)

(۷)

”بیان کیا مجھ سے والدہ صاحبہ نے کہ ایک دفعہ اپنی جوانی کے زمانے میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام تہا سے دادا کی پیشین وصول کرنے گئے تو پیچھے پیچھے میرزا امام الدین بھی چلا گیا۔ جب آپ نے پیشین



# شدات

(ابن الانار سید محمد ازہر شاہ صاحب قہر کاشمیری)

شیخ الہند، علامہ اہل مولینا سید محمد انور شاہ الکشمیری، مجاہد ملت مولینا سید حسین احمد صاحب دینی۔ یہ تمام العالم فرم اور سرفروشن حضرات اپنے اپنے وقت میں اپنی درسگاہوں سے نکلے اور انہی مدرسوں کی چوٹ پر کھڑے ہو کر انہوں نے سرکشندگان بادیہ ضلالت کو آواز دی اور اُفت دکان قہر ملت کو پکارا یہیں سے یہ آفتاب بلند ہوئے اور اپنی کرن باشیوں سے انہوں نے تمام عالم کو تبقہ نوریت دیا۔ اور اسی کچھار سے وہ شیر انگواٹیاں لیتے ہوئے باہر آئے کہ تمام دشت و جبل ان کی ہیئت سے لرز لرز اٹھے کہیں شیر کی آمد ہے۔ کہ دن کا منپ رہا ہے

اپنے اس تعلق خاطر اور اسلامی ملاص سے ان نیک توقعات کی بنا پر اس سے پہلے بھی ہم ان کاملوں میں اسلامی مدرسوں کی بعض ضرورتوں اور شکلوں پر گفتگو کر چکے ہیں۔ اور آج پھر ہیں قصہ داران مدرس کو اکیلیم ضرورت کی طرف توجہ دلائی ہے۔ اور یہ کہ ارباب عقل دانش تسلیم کر چکے ہیں کہ یہ دینی مدارس اب تک جس ڈھچرے پر کام کرتے تھے۔ اس ڈھچرے نے نئی ضرورت تو کسی نہ کسی حد تک ضرور پوری ہوتی تھی۔ مگر اب چونکہ اقتصادی اور معاشی حالات میں پہلے کی نسبت بہت بڑا تغیر پیدا ہو گیا ہے۔ دنیا اپنے سیاسی سماجی

اسلامی مدرس سے ہماری زندگی کا چونکہ بہت قریبی اور گہرا تعلق رہا ہے۔ ہم نے اپنا بچپن انہی مدرس کے صحن کش وہ میں کھیل کود کر گزارا۔ اور بچپن سے آگے بڑھ کر اپنی عمر کے دوسرے حصوں میں ہمیں جو کچھ دینی شعور اور دنیاوی طاقت حاصل ہوئی۔ وہ اصل ان سب کا منبع و مخزن یہی مدارس ہیں۔ اور نیز ہم یہ خیال کرتے ہیں۔ کہ اس پرفتن زمانہ میں اگر صحیح اسلام و ایمان کی پناہ گاہیں کہیں ہیں تو وہ انہی مدارس میں بقول اقبال سے

مرا سبوجہ غنیمت ہے اس زمانہ میں  
کہ خانقاہ میں خالی ہیں سو فیوں کے گدڑ

اور یہ بھی سہارا یقین ہے۔ کہ مسلمانان ہندوستان کی موجودہ مسئل اور منفعل زندگی میں اگر آئندہ کسی وقت کوئی ایسا خوشگوار اور حیات آفریں انقلاب اٹھا، جس میں ایمان و مذہب کی صالح و پاک قوتیں برابر کی حصہ دار اور اخلاق و انصاف کی بھلائیوں اپنی صحیح شکل میں موجود ہوئیں۔ تو اب سیاسی اور سماجی انقلاب انہی مدارس کے ٹوٹے پھوٹے حجروں تنگ تاریک درسگاہوں اور بے رونق عمارتوں سے اٹھیں گے۔ کہ ہم دیکھ چکے ہیں۔ کہ شیخ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتوی، قطب عالم حضرت مولانا گنگوہی، میدان حضرت

اور اخلاقی حالات کے اعتبار سے اتنی بدل چکی ہے کہ گویا اسے از سر نو جنم پایا ہے۔ اس لئے اب حضرات علماء و طلباء صرف اُن دینی ضروریات کو پورا کرنے اور انہیں پورا کرنے کی قوت بہم پہنچانے پر اکتفا نہیں کر سکتے پہلے ملک اور اطراف ملک میں علماء کی کمی بھی تھی۔ اور دین و مذہب سے عوام کو شغف بھی زیادہ تھا۔ اسلئے تجنب علماء تھے وہ اپنی اپنی حکم پر عورت سے بسر کرتے تھے اور انہیں اپنی حاجت و ضروریات کی فراہمی میں مشکل پیش نہیں آتی تھی۔ مگر اب صورت حال یہ ہے کہ ایک طرف تو انگریزی تعلیم و تہذیب کی ترقیات نے عوام سے دین و مذہب کی اس شیفٹنگی اور علماء کی قدر دانی کا جذبہ ہی چھین لیا ہے۔ اور مذہب و اخلاق کی بنیادوں پر مبنی ہوئی نمازیں بڑی تیزگی سے گرتی چلی جا رہی ہیں۔ دوسری طرف یہ تھا کہ عربی مدارس سے فارغ التحصیل علماء کی سپہ اور بڑھتی گئی۔ اور آج علماء کی یہ کثرت ہے کہ ہر طبقہ اور ہر قریہ تک میں دو چار عالم موجود ہیں۔ چنانچہ اب علماء طلبہ کی یہ کثرت اپنی معاشی ضروریات فراہم کرنے میں شدید مشکلات سے دو چار ہے۔ مدارس کی درسایاں مسجدوں کی خطابت و امامت جمعوں اور جلسوں کی تقریریں اور تبلیغی اور تصنیفی مشاغل کہاں تک اس ہزاروں اور لاکھوں کی تعداد کے لئے سمجھائیں پیدا کر سکتے ہیں۔ اب سے دس بیس سال اُدھر علماء نے یہ ایک ذریعہ معاش پیدا کیا تھا کہ یونیورسٹیوں سے علوم مشرقی کے امتحانات دیکر

وہ اسکولوں اور کالجوں میں ملازمت کر لیتے تھے۔ اگرچہ اصول طریقہ پر یہ طریقہ کار بہت ہی غلط تھا مگر اب یہ غلط طریقہ بھی معدوم و مسدود ہوا جاتا ہے اور سینکڑوں فاضل فاضل اور مولوی فاضل حضرات معمولی تنخواہوں اور چھوٹی چھوٹی ملازمتوں کے لئے سرگرداں ہیں۔ وہ لاکھوں میں درخواستیں اور عرضیاں لئے پھرتے ہیں۔ اور سکولوں اور کالجوں کے دفاتر کے دروازے ان پر بند ہیں۔ ظاہر ہے کہ موجودہ ماحول میں علماء کے لئے شدید مشکلات درپیش ہیں۔ نہ وہ ان حالات میں اپنے گزربسری کوئی تدبیر کرتے ہیں۔ اور نہ یہ ہی ممکن ہے کہ کوئی ان ان اپنے اور اپنے بال بچوں کی روٹی کپڑے کی ضرورت سے منہ موڑ کر غافل بیٹھ سکے۔ ان مشکلات کا صحیح اندازہ کر کے بعض اصحاب نے ایک عرصہ گزرا کہ یہ تجویز پیش کی کہ ان عربی مدارس میں صنعت و حرفت کے شعبے بھی قائم کئے جائیں۔ اور ان شعبوں میں طلباء کو کچھ ایسے صنعتی کام سکھائیں جہاں کہ مدارس سے جانے کے بعد ان حضرات کا دائرہ کار صرف مدرسوں اور امامتوں تک محدود نہ رہے۔ بلکہ ضرورت پڑنے پر یہ صنعت و حرفت کا کوئی کام بھی کر سکیں۔ اور اس راہ سے انہیں غربت و دیانت کیساتھ روٹی پیدا کر لینی حاصل ہو۔ اور اس جنگ کے عذاب ناک و ورنے تو ہر ملک کے شعبہ صنعت و حرفت میں حیرت انگیز ترقی اور صنعتی اور تکنیکی ضروریات کو بہت وسیع کر دیا ہے۔ بلاشبہ آج منطق و فلسفہ کا ایک بہترین عالم۔ صدائے مشربانہ

بحال علوم اور حمد اللہ کی سطر سطر کو محنت سے پڑھاؤ  
سمجھا ہوا شخص ہم رو میہ لکھنے سے معذور ہے۔ مگر  
جوئے۔ موندے۔ بنیان اور ٹوٹی اور کپڑے کا ایک  
معمولی سا کارگر روزانہ چار پانچ روپے آبائی پیدا  
کر سکتا ہے۔ اور اس زمانہ میں سیاسی اقتدار کو باقی  
رکھنے اور ملکوں اور قوموں کا زندہ اور صحیح و سالم رہنے  
کا ذریعہ اگر کوئی ہے۔ تو صرف یہ کہ صنعت و حرفت  
پر اس قوم کا غلبہ کامل ہے اور تجارتی اور اقتصادی  
کاروبار پر اس کی پوری پوری دسترس ہو جس سے اگر  
پچھلی جنگ کی یاس افزا تباہیوں کے بعد اتحادی  
اقوام کے خلاف اس شان اور اس زور شور سے جنگ  
کا بگل بجا سکتا ہے۔ تو صرف اپنی صنعتی ترقیات اور بنگل  
کمالات کے بل بوتے پر اور اگر امریکہ، روس اور برطانیہ  
اس شہ زور کو چاروں شہزادے چیت کر سکتے اور کئی سال  
کی صبر آزما جدوجہد کے بعد میدان سے اس کے قدم کھینچ  
سکتے ہیں۔ تو محض اپنے آلات و سامان کی کثرت اور  
انہیں فراہم کرنے کے صحیح اور یقینی وسائل پر قابض ہونے  
کی بنا پر۔ اس لئے اگر یہ سمجھا جائے کہ اس زمانہ میں صنعت  
و حرفت پر توجہ دینا نہ صرف مالی اعتبار سے ایک بہت  
نفع بخش اور معزز ذریعہ معاش حاصل کرنا ہے۔ بلکہ حقیقت  
یہ ہے کہ کسی تجارتی کاروبار کو جاننا اسے کرنا اور  
اسے کامیاب اور وسیع بنانے میں اپنی تمام کوششیں  
صرف کر دینا اپنی قومیت اور قومی زندگی کی تعمیر و  
تشکیل کرنی ہے۔

ارباب دانش کے اس مشورہ پر عمل کا ارادہ ہے

پہلے مرکزی اور مشہور درگاہ دارالعلوم دیوبند نے کیا  
ہے تھیں نے حال ہی میں اپنے یہاں "دارالاصناف" کے  
نام سے ایک مستقبل شعبہ قائم کر کے اس میں مختلف  
صنعتوں کو سکھانے کا انتظام کیا گیا ہے۔ اس شعبہ کا متعلق  
عملہ اور ضرورت کی بہت سی مشینیں اور آلات و اوزار  
فراہم کر لئے گئے ہیں۔ مگر دارالعلوم کی قریبی اطلاعات  
منظر ہیں۔ کہ چونکہ دارالعلوم کے خزانہ میں اب تک اس  
شعبہ کے لئے مستقل طور پر کوئی مالی سرمایہ موجود نہیں  
اور نہ اہل خیر حضرات نے ابھی اس ضروری کام کو جاری  
کرنے اور کامیاب بنانے کیلئے مالی مدد بہم پہنچائی ہے۔  
اس لئے سرپرست دارالعلوم کی اور مدت سے قرض کے  
طور پر کچھ رقم لیکر اس شعبہ میں لگائی گئی ہے۔ لیکن  
دارالعلوم دیوبند کے تمام ذمہ دار حضرات بطور خاص  
اس شعبہ کے افتتاح و قیام پر توجہ دے رہے ہیں  
اور وہ عنقریب بعض اہم مقامات کا دورہ فرما کر وہاں کے  
ہمدردان دارالعلوم کو اس کا زہیر پر توجہ دلانے کا ارادہ  
فرما رہے ہیں۔ اور اس طرح امید ہے کہ مستقبل قریب ہی  
میں اس شعبہ کی خود اپنی مستقبل آمدنی پیدا ہو سکے گی  
اور بطور دارالعلوم کے اہمیت سے شعبہ جات اپنے  
اپنے دائرہ کار میں اہم خدمات انجام دے رہے ہیں۔  
یہ شعبہ بھی طلباء دارالعلوم کو صنعتی تعلیم دینے کا  
فریضہ بخونی ادا کر سکیگا۔ اور نہ صرف یہ بلکہ اس  
شعبہ کی مصنوعات کی خرید و فروخت سے دارالعلوم کو  
مالی آمدن بھی حاصل ہو سکے گی اور ایک وقت آئیگا کہ  
اس شعبہ کی مصنوعات دیال بائع آگرہ کی طرح

مقبول دہر و لغزیر ہوگی۔

ہم جانتے ہیں کہ دوسرے تمام عربی مدارس و مکاتب کے ذمہ دار حضرات بھی حالات کی آن نزاکت اور ضروریات کی اس شدت کو محسوس فرمائیں۔ جبکہ اہل علم کے ارباب حل و عقد نے محسوس فرمایا ہے۔ اور بہت جلد اپنے اپنے مقامات پر اس طرح کے صنعتی ادارے اور شعبے قائم فرما کر اپنے طلبہ کو مختلف صنعتوں میں مامور بنانے کی سعی فرمائیں۔ کہ عربی مدارس کی موجودہ تعلیم اور انصاف تعلیم طلبہ کی معاشی اور اقتصادی ضروریات کو براہ راست اپنا کر لے کے قابل نہیں۔ اور اس تعلیم سے فراغت پا کر انہیں اپنی روزی خود مہیا کرنے میں جو تھیں پیش آتی ہیں۔ وہ اظہر من الشمس ہیں۔ اوروہم اپنے عزیز طلبہ سے بطور اہم یہ گزارش کیجئے کہ وہ اس صنعتی تعلیم و تہذیب پر پوری توجہ دیں۔ اور حدیث و تفسیر کی تعلیم کے ساتھ بخاری۔ سنہری۔ پارچہ بانی اور کفش دوزی میں کوئی عام محسوس نہ کریں۔ کہ تہذیب و تعلیم اور سبکی اس وقت سے ہزار درجہ کم اور ملکی ہے جو تحصیل علم سے فراغت کے بعد تلاش ملازمت میں انہیں در بدر کی ٹھکر لیک کر پانی پڑھ ہے۔

**اصلاحات کی تجویز** فردری کی آخری تاریخوں میں لکھنؤ میں عربی اور فارسی کی تعلیم میں بعض اصلاحات رائج کرنے کے لئے مولانا آزاد کی صدارت میں علماء اور ذمہ داران مدارس کی جو کانفرنس بلائی گئی تھی۔ سنا ہے کہ وہ پوری کامیابی کے ساتھ ختم ہوئی۔ اور دارالعلوم دیوبند، مظاہر علوم سہارنپور اور مدرسہ شاہی سہارنپور کے نمائندوں نے اسکی کارروائی میں حصہ لیا۔ یہی سہی فردری سے

یہ معلوم نہیں ہو سکا۔ جن اصلاحات کو عربی مدارس میں رائج کرنے کیلئے یہ کانفرنس بلائی گئی تھی وہ کیا ہیں۔ اور اسی وجہ سے ہم انہیں تبصرہ کرنے سے معذور ہیں۔ لیکن یہاں کانفرنس کے سلسلہ میں ان کیوں بلائے گئے۔ کیا ان تین سطحوں کے بعد ملک بھر میں کوئی اور قابل توجہ عربی مدرسہ تھا؟ ہم سمجھتے ہیں کہ ندوۃ العلماء، لکھنؤ، جامعہ اسلامیہ، دہلی، مدرسہ اسلامیہ، مدرسہ آئینیہ دہلی، مدرسہ عالیہ فقہوری دہلی، مدرسہ اسلامیہ، بانہ نزاری چانگام یہ ایسے مشہور اور بڑے مدارس یقیناً اس کانفرنس میں بلائے جانے کے مستحق تھے۔ اور درحقیقت ان کے اشتراک عمل کے بغیر یہ اصلاحات پورے ملک کے مدارس عربی میں رائج نہیں ہو سکیں گی۔ دوسری چیز ان حضرات سے جو ان تین مدارس کے نمائندہ بن کر اس کانفرنس میں شریک ہوئے ہیں۔ برہانہ عرض کرتی ہے کہ وہ یقیناً نصاب اور طریقہ تعلیم کی ان کمزوریوں کو رفع کرنے کا اقدام فرمائیں۔ جو بحالات موجودہ عربی مدارس کے لئے سخت مضرت ثابت ہو رہی ہیں۔ لیکن اس سے زائد کسی جدت اور ہمارے مدارس کی تعلیمی رفتار اور تمدنی زندگی میں اضافہ فرمانے سے وہ پوری احتیاط کے ساتھ اجتناب فرمائیں کہ قدیم سے ہمارے بزرگوں کا یہ شیوہ رہا ہے کہ انہوں نے نہ کبھی حکومت حاضرہ کی ان تعلیمی کمیوں کو اپنے لئے راہ عمل بنایا جو بچوں اور جوانوں کے سادہ دماغوں پر حکومت حاضرہ کی اطاعت و فرمانبرداری کے نقش کھودتی چلی جائیں۔ اور اسی خطرہ کے پیش نظر انہوں نے کبھی حکومت کی مالی امداد اپنی ہی پسند نہیں کی۔ ہم سمجھتے ہیں کہ اگر ان حضرات علماء نے ان دو اہم نقاط پر پوری توجہ

جو اس وقت تک نہیں ہو سکا۔ جسکی وجہ سے اس کا نقصان ہو رہا ہے۔

نہ فرمائی تو وہ ملکی حکومت کی ابتدائی منزل پر عربی مدارس کو ان فتنوں سے دوچار کر دیں گے جو برطانوی تسلط کی پوری تاریخ میں عربی مدارس کے قریب بھی نہیں جھٹک سکے ہیں۔ امید ہے کہ یہ حضرات علماء ہمارے اس مختصر مگر خیر خواہ گذارش پر توجہ فرمائیں گے :

یہ بیچارے مسلمان !

صحت و تندرستی اور ضعف و بیماری ان دو حالتوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے صحت و جوانی کے ساتھ اگر انسان کے جسم پر رونق، نکھار، خوبصورتی، اس میں کام کرنے کا جذبہ، محنت و مشقت سے جی نہ چرانے کا حوصلہ، خوب کھانے پینے کا شوق اور ہر وقت مسرور و مطمئن رہنے کی عادت ہوتی ہے تو بیماری میں انسان کا جسم اپنی خوبصورتی کھو دیتا ہے۔ چہرہ پر مردنی، اعضا میں ناما لاتی، ہاتھ پاؤں میں کمزوری اور دل و دماغ میں ضعف پیدا ہو جاتا ہے۔ پھر اسکی ذہنی کیفیات بھی تندرست آدمی سے الگ ہی ایک شان رکھتی ہیں۔ وہ بات بات پر روٹھتا ہو ایک سے لڑتا جھگڑتا، ہر وقت خشمگین اور اُداس و پریشان رہتا۔ کام سے جی چراتا اور ہر وقت سکون طلبی اور آرام پسندی میں مصروف رہتا ہے۔ بالکل ایسی طرح تندرست اور بیمار قوموں میں بھی اجتماعی حیثیت سے الگ الگ آثار و نشانات پائے جاتے ہیں۔ تندرست قوم کی ایک سب سے بڑی علامت تو یہ ہے کہ اس کا مرکز صرف ایک ہوتا ہے۔ اور وہ گروہوں، فرقوں اور طبقوں میں تقسیم ہو کر اپنی قوت آپ فنا نہیں کرتی بلکہ اس کے کان صرف ایک آواز پر گئے رہتے ہیں۔ وہ صرف

ایک آواز کو سنتی اور صرف ایک کے حکم کی تعمیل کرتی ہے۔ دویم اس میں خیالات اور رجحانات کی کوئی رنگ رنگی اور نہ ارادوں اور ضرورتوں کا اختلاف ہوتا ہے۔ تندرست قوم اپنا صرف ایک قومی مقصد، ایک قومی مفاد اور ایک قومی نصب العین رکھتی ہے۔ وہ اپنی ساری کوششوں اور جدوجہدوں کا سرمایہ صرف ایک قربان گاہ پر بندر چڑھا دیتی ہے۔ چونکہ ایسی قوم میں کوئی نشت خیال اور کوئی دو عملی نہیں ہوتی۔ اس لئے اس قوم کو آپ کسی وقت نہ اپنی راز و ارمانہ مجلسوں میں باہم دست و گریبان پائیں گے اور نہ یکبھی اپنے پلیٹ فارم اور اپنے اخبارات میں آپس میں لڑتی جھگڑتی، ایک دوسرے کو گالیاں دیتی، ایک دوسرے پر لازم لگاتی، اپنی برگزیدہ شخصیتوں کی پگڑیاں اچھالتی اور ایک دوسرے پر قاتلانہ اور جارحانہ حملے کرتی نظر آئیگی۔ اور ظاہر ہے کہ کام میں لگے اور کام کا فکر کرنے والے کسی شخص اور کسی قوم کو نہ ان لغویات پر توجہ ہو سکتی ہے۔ اور نہ ایسے اوچھے ہتھیاروں کو استعمال کرنے کا کوئی وقت نکال سکتی ہے۔

اس کے برخلاف بیمار قوم جو ذہنی طور پر مبہوس اور ذہنی اعتبار سے مفلوج ہو جاتی ہے۔ یکبھی اپنے خیالات و اعمال کے لئے کوئی ایک مرکز نہیں رکھتی۔ اس کی شیرازہ بندی کا کوئی انتظام ہوتا ہے اور نہ اس کے بکھرے ہوئے اوراق کو جمع کر کے کسی ایک جگہ پر رکھ دینا ممکن ہے۔ ایسی قوم کے ہر شہر میں اپنی اپنی انجمنیں، اپنے اپنے لیڈر، اپنے اپنے مفاد اور اپنی اپنی

اغراض ہوتی ہیں۔ کہ اگر ایک شہر کے بننے والے اس مقصد کے لئے ایک بے ترتیب جدوجہد کرتے اور ان کا لیڈر اس مقصد کے حق میں دھوڑ دھار تقریر کرتا ہے۔ تو دوسرے شہر والے اسی مقصد کو پہنچ دین سے اکھاڑنے کے درپے رہتے۔ اور ان کا لیڈر اسی کے خلاف نعرے لگاتا گئے پھارتا اور چیخا چلاتا ہے اور ظاہر ہے کہ اس دھجلی کے نتیجے میں آپس ہی میں یہ ایک دوسرے سے ٹکرا جاتے، لڑتے جھگڑتے اور برسوں اور سالوں تک ان تخریبی شنگاموں میں لگے رہتے ہیں۔ اس قوم کے اخباروں کو اٹھا کر دیکھ لیجئے۔ جو اس کی ذہنی اور دماغی کیفیات کی ترجمانی کرتے ہیں کہ ان کی سطر سطر شرمناک گالیوں اور اخلاق سوز الزامات میں ڈوبی ہوئی ہوتی ہے۔ اس قوم کی کتابوں، تحریروں اور ادب پر نظر ڈالی جائے کہ جو اس کے علمی اور ادبی مذاق کے کٹھنہ دار ہوتے ہیں ان کے حرف حرف میں تخریبی خواہشات، بستی مذاق، اور چھپی گئی فکر کا زہر بھرا ہوا ہوتا ہے۔ یہ قوم کبھی ایک ساتھ ہو کر ایک مقصد کے لئے ایک سمت کا سفر نہیں کر سکتی۔ اول تو چلنے اور کسی چیز کو جانے اور کسی مقصد کو حاصل کرنے کے لئے سفر کی تکلیفیں برداشت کرنا ہی یہ اس قوم کے دائرہ کار سے باہر کی چیز ہے۔ اور کبھی اگر کام کا کوئی غلط شوق اور سفر کا کوئی غیر دانش مندانہ جذبہ پیدا بھی ہوتا ہے تو اس طرح کہ جس طرف جس آدمی کا مُنہ اٹھتا ہے۔ وہ اُدھر چل پڑتا ہے۔ جو رستہ جسے نظر آتا ہے وہ اس کی تحقیق کئے بغیر کہ یہ ترکستان پر چاکر ختم ہوتا ہے یا

کہ اور تیز بولبلا کی مقدس دادیوں کی حدود میں اسے پہنچ کر ختم ہو جاتا ہے۔ اس رستہ پر جا لگتا ہے۔ سفر کا نہ کوئی ایک راستہ متعین ہوتا۔ سفر کے نہ کسی ایک مقصد پر سب لوگ جمع ہو سکتے اور نہ سب اشخاص ضروری زاد راہ کو مہیا کرنے کی فکر کرتے ہیں اور ظاہر ہے کہ اس بے ترتیب۔ بے مقصد اور غیر منظم سفر کا نتیجہ طاقت و بربادی اور اپنی جسمانی اور روحانی قوتوں کو اور ضعیف کر لینے کے سوا کیا نکل سکتا ہے۔ یہ قوم ہر وقت تباہ کن تحریکات اور وقتی شنگاموں میں مصروف رہتی ہے۔ لیکن اسے اپنی قومی زندگی کی اصل ضرورتوں کو نہ سمجھنے کا خیال آتا ہے۔ اور نہ دیکھتی ان ضرورتوں کو مہیا کرنے کا فکر کرتی ہے غرض کہ اس قوم کی پوری زندگی نشست اور افتراق، خانہ جنگی و عداوت، غلط خواہشات اور بے ہودہ ضروریات، بے علمی اور بد عملی۔ فکر و نظر کے اختلاف اور مقصد و مسلک کے جدا جدا ہونے کی لہنتوں میں گرفتار رہتی ہے اور زندگی کا کوئی گوشہ نہ حال کی خوش گوار یوں کے لحاظ سے سمجھیں ہونا اور نہ مستقبل کی نیک توقعات کے اعتبار سے مامون۔ اس قوم کا کوئی اچھا کام نہ اچھے طریقہ پر شروع ہو کر اچھی صورت میں ختم ہو سکتا ہے نہ اس کی کوئی دنیاوی جدوجہد کامیاب ہوتی ہے۔ اور نہ ہی اسے اپنے دینی شعار و مآثر کی حفاظت کا کبھی خیال آتا ہے۔ عبادت ہوتی ہے تو وہ بے روح، ریاضت ہوتی ہے تو وہ آلودہ نام و نمود۔ اور خیر و برکت کا کوئی ارادہ ہے



تو وہ خود غرضیوں میں شہرِ ابور، لسان الغیب کے شاید  
اسی کے متعلق کہا ہے کہ

زہارِ ازاں قوم نباشی کہ فریبند

حق را بہ سجودے و بنی را بہ درودے

اور اب اس کے بعد یہ مہاشے بتانے کی نہیں۔ بلکہ  
آپ کے سوچنے، سمجھنے اور جاننے کی بات ہے کہ  
اپنے موجودہ قومی آثار و علائم کے لحاظ سے ہماری قوم کا  
درجہ ایک تندرست صحیح الحال قوم کا ہے یا اس پر  
خطرناک بیماریاں، پھیلیدہ امراض اور جان لیوا  
ضعف و نقاہت کا تسلط ہے؟ یہ بات بات پر لڑنے  
بات بات پر گالیاں دینے، اپنے علماء اور زعماء کی توہین  
کرنے، اپنے اخباروں میں بے تکان گالیاں کہنے اور  
بے طرح جھوٹ بولنے، اپنے پلیٹ فارم پر شرافت و  
تہذیب کے نیچے ادھیڑنے، اپنے قومی مقاصد بناوت  
کرنے، الگ الگ اپنا کوہِ مقصود تعمیر کرنے اور قسملہ  
حاجات و ضروریات کو چھیننے، اپنی مرضی سے ایک نجاتی  
راہ پر سفر شروع کرنے اور اپنی منشاء سے الگ الگ  
منزلیں اختیار کرنے والی قوم، یہ بزرگوں کی جرأت و  
شجاعت کے کارناموں پر سردھننے اور ان کی خاکِ دفن  
اور گردِ گور کو بیچ کھانے والی یہ ملت بقولِ شاعر

یہی شیخِ حرم ہے جو چڑا کر بیچ کھاتا ہے

گیلم بوذرئوقی اویس و چادر زہرا

اپنے حالات اور مزاجی کیفیات کے اعتبار سے بیمار ہے  
یا تندرست؟ اور اگر اپنی نظر اور دانش مند حضرات  
اس قوم کی خطرناک علالت و بیماری کا فیصلہ کرتے اور

اس کی صحت و تندرستی کی طرف سے شدید خطرات کا  
اظہار کرتے ہیں تو کوئی دردمند ہے جو اس غافل اور  
ناعاقبت اندیش قوم کو علاج پر توجہ دلائے۔ پرہیز و  
احتیاط کی تاکید کرے۔ اسے مضر صحت غذاؤں کے  
ترک پر آمادہ کرے۔ اُن اشیاء کے استعمال سے باز  
رکھے جو اس کے نظامِ صحت پر سمجھڑے ہوئے دھن  
کی طرح کارگر حملہ کرتی ہیں۔ اور ان حرکتوں، بے ترتیبیوں  
اور غفلت شعاریوں سے اسے روک دے جس نے  
اس جوان رعنا اور محنت مند کو بیماریوں کے اس ہجوم میں  
دمِ آخر کی روح سوز کافور سے دوچار کر رکھا ہے۔  
اپنے دنیاوی مشاغل و ذرائع کے ساتھ اس کا رخیر کے لئے  
بھی چند منٹ خرچ فرمائے۔ اور اپنی معاشی اور اقتصادی  
مصروفیات کی موجودگی میں صرف چند منٹ اس فرضِ عظیم  
کی ادائیگی اور اس کے وسائل و ذرائع کی تلاش پھیلے  
خرچ کرنا گوارا کیجئے۔ کہ وقتِ نیرِ رفاہی کے ساتھ آگے  
بڑھ رہا ہے۔ حالاتِ لمحہ بہ لمحہ تغیر پذیر ہیں۔ مریض  
کی حالت دم بدم خراب ہوتی جا رہی ہے۔ مرض اور  
انزاتِ مرض ہر ساعت شدید اور کثیر ہوتے جاتے ہیں  
ایسا نہ ہو کہ یہ مریض دم توڑے۔ اور یہ عرصہ سستی  
اپنے سینہ سے اس بارگراں کو کچھ اس طرح اٹھا کر پھینکے  
کہ خود اس قوم کو اپنی میکی اور کس بھیسی پر اس کے ہوا  
اور کچھ نہ کہتے بن پڑے کہ

مجھے بعد دنیا یوں پھینک آئے گھر میں جا کر  
یہ دنیا جیسے ایک بارگراں سر سے اتار آئی

# ہمارے مخالفین

تاریخ و عمر

(از ابن الکوز سید محمد ارشد صاحب قیصر کشمیر)

گوارا نہیں کیا۔ جس نے کبھی حدود امن و عافیت کو نہیں پہچانا۔ اور جس نے ہمیشہ تہذیب و اخلاق اور عقل و دانش کے قیمتی ضابطوں کو آپس کی وحشیانہ جنگ آزماہوں اور شخصی منافع و مفاد پر قربان کیا۔ جس نے اونٹوں کے بلبلانے اور بکروں کے مینانے کے سوا کبھی کوئی آواز نہیں سنی۔ جس کے قبیلوں کے قبیلوں اور گروہوں کے گروہوں نے صرف ایک عورت پر تلواریں نہونے اور شمشیریں نکال لینے کے سوا کوئی کام نہیں جانا۔ یہ بے عقل قوم ہٹکانے والی کی کسی سپکار پر جم کر محض کشور کشائی اور شہنشاہیت پسندی کے شوق فراوان میں مست بستوں اور بادلوں کو اُجارتی۔ محلات و عمارات کو ڈھاتی گرائی، گھڑیوں اور گھٹانوں کو روندتی اور اپنی شمشیر برآں سے لاکھوں کے سرتن سے جدار کی مشرق سے تا مغرب پھیل گئی۔ اور پھیل چکنے کے بعد اس بددیہ پیا قوم نے اسی پر امن اور پرسکون عالم انسانیت کو جہنم کی تڑپتی اور کھلبلائی ہوئی فضاؤں میں بدلنے کے لئے وہ ظلم ڈھائے۔ وہ خون ریزیاں کیں۔ اور وہ گھٹا پھٹے کہ اللہ دے اور زندہ لے۔ مسلمان قتلگاہیں و شکرین نے ہمیشہ کذب آفرین اعتراضات کا جواب دیا۔ اور ہمیشہ واقعات و حقائق کے سہارے پر ان الزامات کی اطمینان بخش تردید کی۔ خود اس مختصر سرایا تقصیر نے بھی اپنے

۵۔ تمہیں شور و فغاں سے میرے کیا کام  
خبر لو اپنی چشم سُرمد سا کی  
اعتراض۔ آج سے نہیں بلکہ صدیوں اور قرون  
سالوں اور برسوں سے کیا جا رہا ہے۔ اور معمولی اور  
غیر اہم طریقے پر نہیں کہ نکل قتال مقام کے پیش نظر  
موقع اور محل کی مناسبت سے کبھی کبھی کیا جاتا ہو۔ بلکہ  
دیکھ لیجئے کہ انہی اعتراضات، انتہات اور الزامات کو  
ہر زمان و مکان میں اپنا وظیفہ حیات اور فرائض کی سمجھا  
کیا اور ہمیشہ یہی شہر مچایا گیا کہ مسلمان مذہب و جمہوریت،  
تہذیب و اخلاق، تمدن و محاشرت، حکمت و سیاست،  
ترقی و روحانیت و تحصیل معرفت ربانی و نفع و حصول اللہ اور  
تنظیم و رفاہیت خلافت سے تہدیدت ایک قوم ہے۔  
مسلمانوں کے پاس نہ ہی عقائد اور سیاسی اصولوں کا  
کوئی سرمایہ ہے۔ ان کے یہاں سلطنت و حکومت کا کوئی  
قانون ہے۔ اور نہ وہ کسی وسیع سلطنت میں جمہوریت کے  
صحیح تصورات کو باقی رکھتے ہوئے حکمران بننے کے اہل  
ہیں۔ انہیں انتظام سے سروکار نہ سیاست میں کوئی  
دخل نہ ان کے دماغ کو قانون سازی اور آئین پسندی  
سے دور کا بھی کوئی واسطہ۔ ایک بالکل خانہ بدوش صحرا  
نورد اور پہاڑوں اور کھڈوں میں زندگی بسر کرنے والی  
قوم جس نے کبھی اپنے آپ کو آئین انسانیت کا پابند بنانا

زمانہ میں ملکی قوانین کی حیثیت پا کر رواج پایا۔ پھر ہمیں مذہبیت و جمہوریت کی کوئی قابل تذکرہ مثال نہیں ملتی ہے۔ بلکہ ویدوں کے زمانہ کے عام ہندو اخلاق تو اس درجہ کے پست و ذلیل ہیں کہ خدا کی پناہ۔ منوہاراج نے جنہیں ہندوستان کا تعلق عظیم سمجھا جاتا ہے۔ اپنے شاستر میں برہمنوں کا اقتدار بڑھانے اور شہودوں کے حقوق کو بالکل برباد اور فنا کرنے کے لئے ایسے سخت قوانین بنائے۔ کہ ان سے زیادہ ظلم شاید ہی نسل انسانی پر کہیں کیا گیا ہو۔ یاد رکھنا چاہیے کہ منوہاراج کے یہ سنار سے قوانین ان شہودوں کے لئے تھے جو ایران کی طرف سے آریوں کے ہندوستان میں آنے سے قبل یہاں آزادانہ زندگی بسر کرتے تھے۔ اور جن آریوں نے سخت ظلم و ستم سے غلبہ پایا۔ منوہاراج کے اس قانون کی چیدہ چیدہ دفعات پر نظر رکھئے۔

۱۱۔ اس قانون کی رو سے یہ شہود جنی غلام تھے جنکی ان کا طبعی حق تھا۔ ملک کو آزاد کر دینے کے باوجود یہ آزاد نہیں سمجھے جاسکتے تھے۔ اعلیٰ قوت ہندوؤں کے لئے ان کا مس کرنا تو کیا ان کا سایہ بھی باعث تباہی سمجھا گیا ہے۔

۱۲۔ برہمن دیو اور برہمنوں کی عورتیں دیویاں کہلاتی تھیں۔ اور ان کے مساوی قوم کی عورت کو ذلیل سمجھا گیا تھا۔ برہمن کا کام شاستر پڑھنا پڑھانا، نیک کرنا کرنا، بڑی ذاتوں کی پرستش کرنا اور ان سے مخالفت لینا تھا۔ مگر غریب شہود اس درجہ معذور و مظلوم تھا۔ کہ اگر وہ

کئی مضامین میں اسی موضوع پر خامہ فرسائی کی اور ان شکوک و شبہات کا ازالہ کیا ہے۔ مگر آج ہم اپنے محترم ہندوؤں اور انگریزوں کی خود اپنی سیاسی۔ تمدنی معاشرتی اور علمی تاریخ حیات کا ایک ورق آپ کے سامنے کھولتے ہیں کہ یہ حقیقت عالم آشکارہ ہو سکے کہ ہم جھانسیوں کی آشتی مزاجی پر ہنسنے والی یہ دنی الطبع قومیں اپنے اپنے دفتوں میں کتنی وحشت و ہیبت کا ثبوت دے چکی ہیں۔ ہمیں یہیم حکمرانی و شہنشاہی کی صلاحیت سے محروم بنانے اور مسالمت و رواداری سے بیگانہ کہنے والوں نے خود مسالمت و رواداری اور ظلم انگیزی کا کیا ریکارڈ قائم کیا ہے ہم پر قانون شکنی، آئین دشمنی اور وحشت پسندی کا اعتراض فرمانے والے خود کس درجہ قانون شکن، آئین دشمن اور وحشت پسند ہیں۔ ہمیں علم و دانش سے بیگانہ محض، اخلاق و آداب سے خالی لڑھکے اور حلم و بردباری سے قاصر ثابت کرنے والے خود اپنے علم و یقین، اپنے اخلاق و آداب اور اپنی حلم اور بردباری کا کیا منظر دکھایا ہے۔

پہلے ہندوؤں کو لیجئے۔ کہ اس قوم کی لمبی چوڑی تاریخ حیات میں قدیم ہندوستان کے مصلح اعظم گوتم بدھ کی ان نیک خدمات کے سوا جو آپہنوں نے اپنے سب افراد قوم کے سیاسی، قومی، مذہبی حقوق کی کامل حفاظت اور عام مساوات و رواداری کے اصول کو رائج کرنے کے لئے انجام دیں اور جنہوں نے ہمارا جہ اشوک اور چندر گپت کے زمانہ

دیکھ لیجئے کہ آریوں نے ہندوستان میں آکر کسی خاص مدت تک نہیں بلکہ اپنی آمد سے اسلام کی آمد تک کے طویل عرصہ میں تو مسلسل اور سارے ہندوستان میں اور پھر اسلام کی آمد کے بعد بھی جب کبھی انہیں ہندوستان کے کسی حصہ میں حکومت کرنے کا موقع ملا۔ تو انہوں نے ایسے ہی قوانین سے ہندوستان کے قدیم ترین باشندوں کو اپنے سے ذلیل و کتر بنانے اور انہیں وضع انسانیت سے بھی محروم رکھنے کے لئے ایسی ناپاک کوششیں کیں۔

ہندوؤں کا یہ قانون آج تک بھی بدلا نہیں جاسکا ہے۔ گو انہی ظلم آمیز قوانین نے ہمیشہ ہندوؤں میں نئے نئے فرقوں کی تخم ریزی کی۔ مگر آج تک بھی کسی فرقہ کو ان قوانین سے انحراف کی تاب دتواں حاصل نہیں ہو سکی۔ یہ قانون گو اس مذہب دنیا میں عملی طور پر بہت کافی مجروح ہو چکا ہے۔ مگر ابھی ہندوؤں میں چھوٹ چھات کے یہ جذبات کسی نہ کسی رنگ میں ضرور پائے جاتے ہیں۔

یہ ان ہندوؤں کی تنگ نظری اور کوتاہ بینی کا حال ہے جنہوں نے مسلمانوں پر ایک دفعہ نہیں لاکھوں مرتبہ ظالم، جابر، خون ریز و سفاک اور دوسرے ممالک میں بچکر وہاں کے باشندوں کو طرح طرح سے ستانے، ان کا دل دکھانے اور انہیں ذلیل و حقیر بنانے کا نوکر بتایا ہے فیما لہجہ، اب انگریزوں کے قدیم تاریخی حالات پر بھی ایک طائرانہ نظر ڈالتے چلیے۔ کہ جس قوم کے مصنفین نے

بچی ہوئی روتی کو چھوڑ دے تو وہ روتی پلید ہو جاتی تھی۔ شودر وید کو ہرگز نہیں سن سکتا تھا۔ اور اگر بلا ارادہ وید کے الفاظ اس کے کان میں پڑ جائیں تو اس کو نہایت اذیت کے ساتھ بہرہ بنا دینا ضروری تھا لیکن برہمن کو بڑے سے بڑے کسی ظلم پر بھی قتل کی سزا نہیں دی جاسکتی تھی۔ دنیا میں کوئی چیز شودر کی ملکیت نہیں تھی۔ منوشا ستر کے پانچویں باب میں صاف مذکور ہے کہ شودر کو بھڑی خوراک کھانا پانے کے بڑے پہننا اور نکما اسباب خانہ داری رکھنا چاہیے۔ اور کوئی شودر برہمن یا چھتری کی نسبت کوئی بڑا لفظ زبان سے نکلے تو اس کی زبان کاٹ لی جاتی ہے۔ کیونکہ وہ نیچی ذات کا آدمی ہے۔

(۴) آٹھویں باب میں ہے کہ اگر نیچی ذات کا کوئی آدمی بڑی ذات کے کسی آدمی کے ساتھ بیٹھے تو اس کی پیشانی پر داغ لگا کر اسے جلا وطن کر دینا چاہیے۔ یا راجہ اس کی پیٹھ میں سے ایک حصہ گوشت کاٹ ڈالے (۵) شودروں کے لئے لازمی تھا کہ جب وہ گھر سے باہر نکلیں اور کہیں آئیں جائیں تو خاص قسم کی آواز دیتے جائیں۔ تاکہ بڑی ذات والے خبردار ہو کر رستہ سے ہٹ جائیں اور اس کے سایہ سے محفوظ رہیں۔

(۵) شودر کو کھانا ایسی ذلیل زندگی اختیار کرنے پر مجبور کیا گیا تھا۔ ان سے دنیاوی ترقی کے تمام حلق سبب کر لئے گئے تھے۔ وہ برہمنوں کا صرف خدمت گزار تھا۔ اور خدمت گزار بھی ایسا کہ جو کام چاہیوں سے نہیں لئے جاسکتے تھے وہ شودر کرتے تھے۔ اب

اپنے لٹریچر میں مسلمانوں کے خلاف زہر اگلنے میں کوئی کمی نہیں کی۔ اور سوچ سوچ کر ذلت آمیز قہقہے گھڑے اور انہیں براہ راست مسلمانوں سے منسوب کرنے میں پیشہ فخر محسوس کیا۔ خود اس قوم کے حالات کس درجہ ناگفتہ بہ ہیں جس زمانہ میں مسلمان ہندوستان کو فتح کر کے اس پر حکومت کر رہے تھے۔ اور ہندو مفتوحہ و مغلوب ہونے کے باوجود یہاں اپنے فرائض مذہبی و ملی کو ادا کرنے میں یا نکل آزاد تھے۔ روم کے پوپ انوسنٹ نے حکم دیا تھا کہ مسکریں عقاید کیتھولک کو زندہ رہنے کا کوئی حق نہیں۔“

اندلس کی اسلامی درس گاہوں میں تعلیم پائے ہوئے عیسائیوں نے جب یورپ کے عیسائی ممالک میں جا کر علم اور عقل کا اظہار کیا تو وہ ہر جگہ ستائے اور تنگ کئے گئے۔ کیونکہ اس زمانہ کا تاریک یورپ کسی علم و تہذیب کی شعاع کو برداشت نہیں کر سکتا تھا۔ انہی مذکورہ عیسائیوں میں سے جب ایک نے قوس قزح کے متعلق کہا کہ یہ خدا کی انتقام لینے والی کمان نہیں بلکہ پانی کے قطرے ہیں۔ آفتاب کی روشنی پڑنے سے نمایاں ہوتی ہے۔ تو اس کو قید کر دیا گیا۔ اور جب وہ قید خانہ میں مر گیا۔ اور اس کو دفن کر دیا گیا۔ تو مذہبی فتوے کے موافق اس کی لاش قبر سے نکال کر جلادی گئی۔ علم و عقل کی باتیں جو اندلس کی یونیورسٹیوں کے ذریعہ یورپ میں پھیلی رہی تھیں۔ ان کو روکنے اور تاریکی کو باقی رکھنے کے لئے ایک جاسوسی کا محکمہ قائم کیا گیا۔ کہ کوئی کتاب پوپ کی اجازت کے بغیر نہ

شائع ہو سکے۔ چنانچہ اس محکمہ کے ذریعہ ۱۴۸۱ء سے ۱۷۹۱ء تک ۱۱۷۹۰۴ آدمی محض اس لئے مجرم قرار دیئے گئے کہ وہ علم و حکمت اور فلسفہ کی باتیں زبان یا قلم تک لائے تھے۔ اور ۱۶۸۴۰ کو بھانسی پر لٹکا یا گیا۔ اور باقیوں کو دوسری سخت قسم کی سزائیں دی گئیں۔

یاد رکھئے۔ کہ یہ وہ زمانہ تھا۔ جب ہندوستان پر سلطان بھول لودھی اور سکندر لودھی فرما رہے تھے اور ہندوؤں کو فارسی زبان پڑھا کر بڑے بڑے شاہی عہدے تفویض کر رہے تھے۔ اور کبیر دس اپنے خیالات کی آزادانہ نشر و اشاعت میں مصروف اور اپنے کبیر بھتی مذہب کی بنیاد رکھنے میں مشغول تھے۔ یہیں یہ بات بھی یاد رکھئے۔ کہ ٹھیک اسی سکندر لودھی کے عہد حکومت میں جب ہندو اس منصف فرج سلطان کے زیر سایہ یہاں بالکل مطمئن زندگی بسر کر رہے تھے۔ عیسائیوں نے اندلس میں چہرہ دست ہو کر ۱۴۹۱ء میں تیرہ لاکھ بے ضرر و امن پسند مسلمانوں کو معاہدہ کے خلاف صرف اس وجہ سے آگ میں ڈال کر جلا دیا تھا کہ وہ عیسائی نہ تھے۔ اور سنئے جس زمانہ میں شیر شاہ اعظم ایک اونٹنی طبع کے ہندو کی شکایت پر اپنے غریب بیٹے اور ولیعہد سلطنت کو (ہندوستان میں) سخت سزا کا حکم دے کر عدل و انصاف کی پوری پوری داد دے چکا تھا۔ اس زمانہ میں تہذیب کے علمبردار اور عدل و انصاف کے دعویدار اسی یورپ کے بعض

سب سے سالاروں نے یہ غم کر لیا تھا کہ امریکہ کے ملک  
سیکسیکو کو بالکل ویران کر کے وہاں اپنی ایک نو آبادی  
قائم کریں گے۔ چنانچہ میکسیکو کے قدیم بادشاہ کو گرفتار  
کر کے اٹلانٹک لایا گیا۔ اور اس کے سامنے اس کی اولاد  
اس کے خاندان، اس کی رعایا کو آگ میں ڈال ڈال کر  
جلائے کا کام شروع کیا گیا۔ اور اس طرح ہزاروں  
بندگان خدا کو آگ میں جلانے کے علاوہ پہاڑوں  
اور جنگلوں میں پناہ لیے والوں کو کتوں سے بھڑوایا  
گیا۔ اور یہ ہرگز نہ بھولے کہ اس انسانی تہذیب کا  
نمونہ دکھانے والے وہی مذہب و شالیستہ ہسپانوی  
تھے جنہوں نے اندلس سے مسلمانوں کو یہ الزام دے کر  
تخم سوخت کیا تھا کہ یہ ظالم گنہگار اور بد دین قوم ہے۔  
حضرت عالمگیر علیہ الرحمۃ جس زمانہ میں ہندوستان  
میں اورنگ زیب سلطنت پر فکری تھے۔ اس زمانہ میں  
ہندوستان میں برصغیر و مغرب تازن جاری تھا کہ  
جس عورت پر کوئی شخص سحرہ ہونے کا الزام لگائے  
اس کو امتحان کی غرض سے کسی دریا یا تالاب یا  
سمندر میں ڈالا جائے۔ مگر وہ عورت پانی میں ڈوب  
کر مر گئی۔ تو ثابت ہوا کہ سحرہ نہ تھی۔ اور کسی طرح  
ڈوبنے سے بچ گئی۔ تو اس کا سحرہ ہونا ثابت ہو  
گیا۔ لہذا اس کو قتل کر دیا جاتا تھا۔

ظاہر ہے کہ جس عورت پر کوئی شخص سحرہ ہونے  
کا شبہ ظاہر کرتا تھا۔ اس عورت کی موت یقینی  
تھی۔ اس طرح ہزاروں بیگناہ عورتیں نذر اجل ہوئیں۔  
کبھی بدن بیگناہ عورتوں کے ناخنوں میں کیلیں

ٹھونکی جاتی تھیں۔ اور لوہا گرم کر کے داغ دیتے جاتے  
تھے۔ اس طرح اول ان سے جرم کا اقرار کرایا  
جاتا۔ جب ان ناقابل برداشت اذیتوں کے مقابلہ  
میں وہ ناکردہ جرم کا اقرار کر لیتیں۔ تو انہیں قتل کر  
دیا جاتا تھا۔

جنوبی امریکہ کے ملک پیرو میں اٹلی کے ایک  
مجمول القاب سپہ سالار کا ایک ناقابل بیان سنگینی  
کے ساتھ قتل و خونریزی کا بازار گرم کرنا۔ وہاں کے  
باشندگان کو ستانا اور اس ملک کے امن و عافیت  
کو تباہ کر دینا۔ ملک کانگو میں بلجیوں کا صرف چند  
تولہ بڑی چوری کے الزام میں وہاں کے لوگوں پر  
ایسے مہیب مظالم کا ڈھانا کہ چنگیز و ملاکو کے  
کارنامے بھی ان کی نظیر پیش کرنے سے قاصر تھے  
اور ایسے ہی حالات کے تحت اس زمانہ قدیم میں آسٹریلیا  
اور آسٹریلیا کا ضلع ہوتی سے حرف غلط کی طرح احمد دم ہو جانا  
یہ داستانیں تو خیر اب تاریخ کے پرانے کھنڈرات سے سوا کہیں  
اور نہیں سنائی دینگیں۔ مگر اس زمانہ میں بھی یورپ نے اس اعلیٰ  
تہذیب و تمدن کے باوجود حرب و ضرب کے سلسلہ میں جس سنگینی  
شقافت قلبی، وحشت پسندی، ان نیت دشمنی کا بذات دیا  
ہے۔ ان میں نظر و احوال ہی کو دیکھ لیجئے۔ کہ محض دو کٹر  
حاکم کو ہتھیار اور قبضہ لینے کے شوق میں یورپ کے کس طرح  
اس جنگ میں ہولناک مظالم ڈھائے۔ فرسناک فتنہ پر و زاریاں  
کیں اور ناقابل نفیس جرائم کا ارتکاب کیا ہے۔ اور فوج  
اس پر ہے کہ یہ سب کچھ کرنے والے وہ ہیں جنہیں مسلمانوں کی  
تاریخی روایات کو منسوخ کرنے کے سوا کوئی کام نہیں ہے

یہ چھوٹے چھوٹے کام کو بدنام کرنے کے سوا کوئی مقصد ہی نہیں اور جتنے جواب و خیال میں یہ لکھتے ہیں ہماری جنگجوئی اور غضبناکی  
ایک خوف انگیز تصویر بن کر رہ گئی ہیں۔ کیا ہم اس موقع پر اپنے منرض سے نہیں کہہ سکتے کہ خبر لہ اپنی چشم سرمہ سالی۔

# اسلام جامع سیاست و عبادت ہے

پبلک اشاعت ماہ اپریل ۱۹۷۷ء

ہے۔ نہ کہ اپنی کمزوری کی بناء پر اصول اسلامی کو توڑ کر غیر مسلموں کے اصول اختیار کرنا ہے۔ روایات یہ ہیں کہ مسلمان ہزار پر بھاری ہے۔ لیکن موجودہ عملی زندگی یہ ہو کہ ہزار مسلمان ایک ہی کارفر سے ڈرتے ہیں!

تین اپنی

تغیر کی فکر نہیں۔ حالانکہ جب کوئی قوم اپنے اصول کے مطابق ڈلیقنس سے آشنا نہیں ہوتی۔ تو وہ آفس یاور نہیں رکھتی۔ خود مضبوط نہ ہو۔ اور اپنے اصول پر عمل کرنے سے قاصر ہو۔ تو اسے دوسروں کو تنگ کرنا کا کیا حق ہے؟ بلکہ ایسی قوم مشیتِ ایزدی کے مطابق کچھ عرصہ کے بعد تباہی و بربادی سے دوچار ہو جاتی ہے۔

اے مسلم نوجوان! اے مذہبی مسلمان؟ آہم این علاجوں پر غور کریں۔ جو اسلامی نمونہ کے لئے پنجویز کئے جاتے ہیں۔ اولاً ہم تین ناکامیاب علاجوں کا تذکرہ کرتے ہیں۔ اور ثانیاً اسلامی علاج پیش کر کے صراطِ مستقیم و مسلکِ سلیم کی طرف دعوت دیتے ہیں۔

۱۔ صوفیائے حبرہ نشین۔ سجادگانِ حلوہ خور۔ پیسہ بطور کامل الوجود علماء و سوا کا مسلک ہے کہ

اب تک جو حل تلاش کئے گئے اور جو مجرب علاج بتائے گئے۔ وہ سب کامل الوجود انسانوں مغربیت زدہ رُوحوں۔ غیروں کی تغلیف کرنے والوں۔ اسلام کو ناکمل سمجھنے والوں۔ یا غلط کار لوگوں کے طریقے عمل ہیں۔ جن کو شریعتِ عزاء کے پیروکار۔ مؤمن اصلی۔ آزاد میکن پابند شریعتِ مسلمان۔ اسلامی زندگی کا سفہوار کبھی بھی برداشت نہیں کر سکتا۔ اسلامیت کا نام لیا اور عمل صالح سے گریز کرنا۔ مغربیت کے اصول کا اسلام کو پابند کرنا۔ غیروں کی تقلید کو اسلامی اصول سمجھنا۔ نفسانیت کو حقانیت پر ترجیح دینا۔ غیروں سے لرزاں و ترساں رہنا۔ اور غربیت و استقلال کو چھوڑ دینا اسلامی تعلیم اور اس کے فوائد و مصالح سے

ناواقفین کا کام ہے۔ وگرنہ مسلمان اور کفر سے ڈرے۔ اور کمزوروں کی طرح تعصب پر اتر آئے۔ یہ طریق اسلام نہیں بلکہ مرعوب و مغلوب الذہن انسانوں کا شیوہ ہے۔ اگر مسلمان نچتہ اعتقاد ہے اور اس کو خدا پر ایمان کامل ہے تو کفر سے خوف زدہ ہونا کوئی معنی نہیں رکھتا۔ اور اگر ضعیف الایمان ہے تو اس کا علاج خود کو پابند شریعت بنانا۔ اسلامی اصول پر نچتہ ہونا

سیاسیات دنیا سے بے پرواہ ہو کر مسلمانوں کو جمود اور سیاسی نظام سے علیحدگی کی دعوت دیتے ہیں۔ اسلام کو کعبہ کی درباری مسلک بتاتے ہیں مگر خود عبادات کے بھی پابند نہیں۔ جو کہ قوم کی غلط کاری سے فائدہ اٹھانا چاہتے اور جاہل از دین قوم کی جہالت ہی کو علم ثابت کر کے جہل مرکب میں مبتلا کرتے ہیں۔ قوم مسلم نے ایسے ہی لوگوں کو اپنا پیشوا بنا رکھا ہے۔ اور بے علم و لاندہیب مسلمان کو بیس پناہ ملتی ہے۔ کیونکہ ایسے لوگ ہی ان کی سجاوٹ و ناجائز بات کو سراہتے ہیں۔ اور پیسہ اور ظاہری عظمت ان کا ایمان ہے۔ مگر جب قوم بیدار ہوتی ہے تو ایسے ہی گروہ کو دیکھ کر علماء حق پر طعنہ زنی کرنے لگتی ہے۔ حالانکہ یہ قصور قوم کا ہے۔ کہ اس نے حق و باطل کے پہچانے کیلئے معیار اسلامی کو معلوم نہیں کیا۔ اور مزید ان بنوی مانا علیہ واصحابی کو قابل اعتنا نہیں سمجھا۔ اور ہر ایک قصہ گو کو لیڈر جانا۔

۲، دوسرا علاج مغربیت سے متاثر انسانوں کا ہے۔ وہ لوگ خلوص دل سے مسلمانوں کی ترقی کے خواہاں ہیں مگر ان کا طریق کار غیر اسلامی ہے۔ اس لئے ناکامیاب ہیں۔

وہ کہتے ہیں کہ مغربیت کی تقلید۔ اس کی غلامی اسکی ہر تعالیٰ ہمارے لئے سرمایہ دین و دنیا ہے۔ یعنی اس طریق سے مسلمان یورپ کے ہمارے ہم نشین بن کر کامیاب و کامگار ہونگے۔ یہ طریق سرسید

مرحوم اور اس کے پیروکاروں کا ہے۔ جنہوں نے اسلام کی بجائے کامیابی و نجات تقلید مغرب میں دیکھی اور یہ چیز ایک انگریز نے ان کے دماغ میں جمادی۔ حالانکہ غیروں کے طرز عمل پر چلنے والوں کا انجام یہ ہوتا ہے کہ یا تو جذب ہو جاتے ہیں یا بے نام و نشان ہو جاتے ہیں۔ ان کے لئے عزت و شرف کی بجائے غیروں کی غلامی اور ذلت ہوتی ہے۔ جیسا کہ عام مغربیت زدہ لوگ اپنے اندر دیکھ سکتے ہیں۔ یہ اصول بالکل غلط ہے۔ اسلام ابن الوقت نہیں۔ بلکہ زمانہ کو اپنے تحت بناتا ہے۔

۳، فلاسفہ جدید کا مسلک ان ہر دو سے مختلف ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ مذہب کو علیحدہ رکھا جائے۔ اور سیاست کو علیحدہ۔ اور سیاسی برتری حاصل کر لی جائے۔ مذہب کو بعد میں دیکھا جائیگا۔ حالانکہ اسوۂ حسنہ یہ ہے۔ کہ مذہب ہی میں سیاست پنہاں ہے۔ وکان اقل تعالیٰ اللہ ان مکتاھم فی الامراض

(کہ اگر ہم کسی خلافت ارضی اسلامی کا مالک تسلیم کرتے ہیں کہ وہ اسلامی نظام کو بذریعہ نماز۔ روزہ۔ زکوٰۃ۔ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے قائم کریں۔ نہ کہ بذریعہ سیاست غیر مذہبی جزائی کے) یہ طریق بھی یورپ کا الہام کردہ ہے کیونکہ ان کا طریق مذہب و سیاست کا جامع نہیں۔ یہ مصطفیٰ کمال وغیرہ کا مسلک ہے۔ مگر یہ گروہ تاہم غنیمت ہے کیونکہ غلامی کو تو مایہ نفع نہیں سمجھتا۔ چونکہ زیادہ تر لوگ اسی خیال کے ہیں۔ اس لئے لیڈر بھی حسب منشا تلاش کرتے ہیں۔ اور اپنی غلطی کے



احساس کی بجائے علماء حق پر طعنہ زنی کرنا شروع کر دیتے ہیں۔

اب ہم بتاتے ہیں کہ وہ کونسا گروہ ہے جو اسلامی سیاست و عبادت کا حامل ہے۔ وہ علماء حق کی جماعت ہے وہ خود بھی اقل ہیں اور ان کے بہنو بھی اقلیت میں ہیں۔ مگر اسلامی شان اپنی میں نظر آتی ہے۔ کیونکہ اگر ایک طرف بارگاہِ خداوندی میں شانِ عقیدہ کے ساتھ حاضر ہیں تو دوسری طرف ملت و ملک و قوم کی نجات کے فکر مند ہیں۔ نماز اس لئے پڑھتے ہیں کہ اگر ایک طرف عبادتِ خدا ہے تو دوسری طرف جماعتی زندگی بھی سکھاتی ہے۔ قیادت لیر۔ فرمانِ امام کی اطاعت اس کی روح ہے۔ انہوں نے فہدیٰ نظام کو اگر اپنے اوپر جاری کیا تو قربانی کے میدان میں بھی سب سے اول ہے۔ انہی کو شہادت سے نواز گیا جیسا انوں میں اسوۂ یوسفی ادا کر کے پیغامِ آزادی سنایا گیا۔ اگر ایک طرف مذہب کو بچانے کی خاطر مصائبِ بڑھت چھا اور اسلامی صلابت دکھائی تو دوسری طرف سلکِ آزادی میں شرکت کر کے بنادیا کہ اسلام آزادی کا خواہاں ہی نہیں بلکہ اس کے لئے قربانی کرنے سے بھی نہیں جھجکتا۔ یہ شاہ ولی اللہ صاحب کی جماعت ہے جو جمعیت العلماء کے نام سے موسوم ہوئی۔ اور اس کے ہر شخص کی زندگی قربانی۔ شہادتِ قید و بند کی محنت سے آشنا ہے۔ حضرت سید احمد شہید۔ حضرت اسماعیل شہید۔ مولانا شیخ الہند۔ مولانا مدنی۔ حضرت آزاد۔ دیگر آئمہ ملت جن کی زندگی مصائب

آلام و تنگ حکومت کی وجہ سے شہداء آفاق ہیں۔ انہیں یاد رکھنا خلیقِ تم کبھی دل سے کرنا نہ ان کو کم یہ شہید قوم کے دل میں جنہیں حق نے اتنا بڑھا دیا

## انسان کی قلمی تصویر

دازخاں محمد جان صاحب

انسان مٹی کے خمیر کا ٹپٹلا۔ آرزوؤں کا بستہ۔ خواہشات اور شہوات کا فرمانبردار اور جوش سے ہوش کو کھونے والا۔ نفس کا پجاری۔ مداحی اس کا شیوہ چاہیوسی اس کا دھوکہ۔ خوش بیانی اس کا مکرو فریب۔ بہت سے لوگوں کو طرزِ کلام اور طرزِ بیان سے مسحور کر دینا اس کا منتہی اور جاؤ اپنے ڈھونڈنے والی کو ڈھونڈنا اس کی فطرتِ ثانیہ بن گئی ہے۔ اگرچہ ہزاروں بستہ کدوں کو اس نے توڑا۔ لاکھوں ناخداؤں کی غلامی کا طوق اپنے گلے سے اتار پھینکا۔ بہت سے گوز و گھٹاؤں کو چاروں شانے چت مارا۔ بہت سے شہسواروں کو اپنے قوتِ بازو سے موت کے گھاٹ اتارا۔ اور راہِ عدم کے سپرد کیا۔ سمندر سے اپنا لوہا منوایا۔ ہوا سے کام لے کر ریڈیو اور دائرہ لیس ایجاد کئے۔ اور ہزاروں میل کے رسل و رسائل کو غنطوں اور سکینڈول ایک دوسرے کو سنائے۔ آگ سے کام لیا تو ہزاروں لاکھوں میلوں کے پیدل سفر سے نجات دلائی۔ ریل گاڑی۔ موٹریں۔ سائیکلیں۔ ہوائی جہاز اور دیگر آلات بطور نمونہ انسانی کوشش کا نتیجہ آپ کے

اُلت "یاد دلایا۔ اور پستی دشمن "عدو میں" کی جاؤں  
سے واقف کار کیا مگر اس جھجھوٹے بعد اس کی حرکت  
کار خدی۔ نگاہ میں وہی بھینگا بن۔ کانوں میں وہی  
صد باہم گونج رہی تو پھر نفس کی خواہشات کی پوجا  
شرع کی اور کبھی بچھڑے کے سامنے جبین ناز کو ٹیکا۔  
کبھی سونے چاندی کے ڈھیروں کی تنہا کی کبھی سفید  
اور سیاہ رنگوں کا فرائی بنا۔ اسید اسطے جناب نبی کریم  
صلعم نے فرمایا۔ کہ عورتوں کو دوسرے چیزوں نے تباہ کیا۔  
(کما تھاں علیہ السلام) مگر کیا سائوں۔ انسان نے اس  
غفلت کا نام سبیداری اور اس شرکت اور نفس  
پرستی کو توحید پرستی کا نام دے کر ہمیشہ موجود ہونے کا  
مدعی رہا۔ اور لوگ زبان پر اس دعویٰ کو ہمیشہ دہراتا  
رہا۔ کیا خوب زبان پر لگے اور دل میں حق تعالیٰ ہی بہتر  
جلستے ہیں۔ گیت گائے تو توحید کے جھانیت ثابت  
کی تو رسالت کی مگر عمل کے بارے میں ایک غیبی صدا کو سنو وہ  
تجلی دہاں کو جاننے والے کا فرمان ہے تم اسے ہرگز نہیں  
چھوڑ سکتے۔ (الایم افواہیت من اللہ الیہ ہواہم)  
یہ قرآن شریف کی ایک آیت ہے۔ دوسری جگہ فرمایا (یا ایہا  
الانسان ما عتوک بربک انما لے عزیزان من کیا  
لکھوں نفس کے اشارے پر تھک اور اس کے چھندوں  
میں اپنے آپ کو مجھ پاتا ہوں۔ اگر تو فقی ایزدی شامل حال نہ  
ہوتی تو شاید ان سطور کو بھی نہ لکھ سکتا۔ نفس کو پہچانو۔ اور  
عینک قرآن شریف اور احادیث کو بناؤ۔ اس عینک علاوہ  
تمہاری نگاہ میں دھندلاہٹ رہیگی اور تمہارے دلوں میں کوہِ زین  
پایا جائیگا۔

سامنے ہے۔ حصولِ علم میں حیرت انگیز کرشمے دکھائے  
غنا میرا بعد کے تاثرات اور خواہ معلوم کرنے میں  
اس نے ذرہ ذرہ کو چھان مارا۔ فلک اور سیاروں  
کی گردش دریافت کرنے میں دانتیں گندیں۔ سر  
لفک محلات تعمیر کرائے۔ رصد گاہیں بنوائیں۔ پہاڑوں  
میں سرنگین نکال کر زمین کے سینے کو چھید کر اپنا قدم  
دیاں جمایا۔ بہت سے تختوں کو سلطنتوں کو الٹا یا اور  
ان کے تخت و تاج کو ان کے خون سے دھویا۔ درندوں  
اور شیروں کو اپنا گھریلو خادم بنایا۔ کئی لاکھ و منات  
جن کے سامنے وہ تسلیم خم کرنے میں فخر کرتا تھا۔ لاقوں  
سے انکو ٹھٹھے مار مار کر پال کیا۔ مگر کیا کہیں پوجا کی  
اپنے نفس کی۔ طواف کیا تو اسی کا۔ حرکت کی تو اسی کے  
اشارہ پر۔ اور کبھی نفس کی من مانی بات سے گردن  
نہ دروڑی۔ اور اس بارے میں وہ پسپا ہونا بھی بھول  
گیا۔ ہزاروں دعویہ داروں کو جھٹلایا اور کسی کے  
سامنے نہ جھکا۔ مگر نفس متادع کی چوکھٹ پر جھک جھک  
کر ہمیشہ اس نے اپنی پیشانی کو دغا رہنا یا۔ انسان  
کو یاد بھی رہا تو اپنا نفس۔ اور بھول گیا تو اپنے مالک کو۔  
اپنے مری کو۔ اپنے پیدا کرنے والے کو۔ اندھیرے سے  
روشنی۔ ناپودی سے ہستی دینے والے کو۔ کیا کہوں اس  
ہستی کو بھول گیا۔ جو ہمہ صفت موصوف ہے۔ اور  
نہیں بھولا تو اپنے ذلیل کن کو۔ الرحمن اور الرحیم کی شفقت  
پھر بھی محال رہی۔ اور اس کو غفلت کی سرشاری سے  
جگانے کے لئے رسولوں کو لو اس دیکھ بھی تاکہ  
سبیدار ہوں اور ہوش سے کام لیں۔ اس کو وعدہ

# مسئلہ حیاتِ مسیح

اور

## مرزائیوں کے مُنَاطِلے

مرزائی جس قدر دلائل وفاتِ مسیح علیہ السلام پر پیش کرتے ہیں ان میں ایک بھی دلیل ایسی نہیں جو ان کے مدعا کو ثابت کر سکے۔ وہ سب مُنَاطِلے ہوتے ہیں اور سادہ لوح مسلمان ان مُنَاطِلوں کی وجہ سے ان کے دامنِ فریب میں آجاتے ہیں۔ مرزائی ایک آیت اور ایک حدیث اور سلفِ صالحین میں سے کسی ایک مستند بزرگ کا بھی کوئی قول پیش نہیں کر سکے جس کا معنی یہ ہو کہ عیسیٰ ابن مریم فوت ہو گئے ہیں۔ ناظرین کی تفریحِ طبع کے لئے اس جگہ ایک مکالمہ نقل کیا جاتا ہے۔ جو حکیم نور الدین قادیانی اور مفتی غلام مرتضیٰ صاحب میانوی مرحوم کے درمیان بمقام لاہور مورخہ ۱۵ مئی ۱۹۸۱ء کو ہوا تھا۔ مفتی صاحب! میں آپ کو مرزا صاحب کے متفقہ میں سے وسیع المعلومات خیال کرتا ہوں۔ اسلئے مجھے اشتیاق ہے کہ آپ وفاتِ مسیح ابن مریم پر کچھ تقریر فرمائیں۔

حکیم جی: تقریر شروع کرنے سے پہلے میں ایک حکایت بیان کرتا ہوں۔ اس حکایت کو میری تمام تقریر میں ملحوظ رکھنا۔ وہ حکایت یہ ہے کہ ایک دن ایک سائل نے مجھ سے دریافت کیا کہ اس مقدمہ کا کیا مطلب ہے اذاجاء الاحتمال بطل الاستدلال

میں نے سائل کو کہا کہ تم نے اس مقدمہ کا کیا مطلب سمجھا ہوا ہے۔ سائل نے کہا کہ میں نے اس کا یہ مطلب سمجھا ہوا ہے۔ کہ ایک دعویٰ مثلاً موجب ہے تو اس کی دلیل کے مقدمات و اجزاء بھی موجب ہونگے۔ اور وہ دلیل اپنی ایجابی جانب کے لحاظ سے اس دعویٰ کو ثابت کرے گی۔ اور اگر اس دلیل کے مقدمات و اجزاء کی جانب مخالف یعنی سلبی جانب کا احتمال ہوا تو وہ استدلال باطل ہوگا۔ اور وہ دلیل اس دعویٰ کو ثابت نہ کرے گی۔ میں نے سائل کو کہا کہ یہ مطلب غلط ہے۔ بلکہ اس مقدمے کا یہ مطلب ہے کہ اگر احتمالات پورے ہو کر گیا جائے۔ تو کوئی شخص دلیل قائم ہی نہیں کر سکتا۔

مفتی صاحب! یہ جناب! میں نے حکایت کو سمجھ لیا ہے لیکن جس طریق سے میں استفسار کروں۔ اس طرز پر تقریر نہ رہیں۔ حکیم جی: کیسے۔

مفتی صاحب:۔ یہ تو آپ کا عقیدہ ہے ہی کہ ماتِ عیسیٰ۔ لیکن میں یہ دریافت کرتا ہوں کہ آپ کا عقیدہ ماتِ عیسیٰ یقیناً ہے۔ یا وہما یا ظناً یا تقلیداً۔

حکیم جی:۔ میرا عقیدہ ماتِ عیسیٰ یقیناً ہے۔

مفتی صاحب :- تو پھر ضروری ہے کہ اس یقینی دعویٰ کے ثابت کرنے کے لئے جو دلیل آپ بیان فرمائیں گے اس دلیل کے مقدمات اور اجزاء بھی یقینی ہونگے۔

حکیم جی :- یقینی دعویٰ میں یہ لازم نہیں کہ وہ اپنے ثبوت میں دلیل کا محتاج ہو۔

مفتی صاحب :- واقعی دعویٰ کی دو قسم ہیں۔ بدیہی اور نظری۔ بدیہی تو اپنے ثبوت میں دلیل کے محتاج نہیں لیکن نظری اپنے ثبوت میں دلیل کے محتاج ہیں۔

اب میں دریافت کرتا ہوں کہ آپ کا دعویٰ مات عیسیٰ یقیناً بدیہی ہے یا نظری۔

حکیم جی :- نظری ہے۔

مفتی صاحب :- جب آپ کا یہ دعویٰ نظری ہے تو پھر ضرور اپنے ثبوت میں دلیل کا محتاج ہے۔ اور چونکہ آپ کا یہ دعویٰ یقینی ہے اس لئے جو دلیل آپ بیان فرمائیں گے اس دلیل کے مقدمات اور اجزاء بھی یقینی ہونے چاہئیں۔ ورنہ یہ دلیل اس یقینی دعویٰ کو ثابت نہ کر سکیگی۔

حکیم جی :- تو پھر کیا ہوا۔

مفتی صاحب :- جناب پھر جو مطلب مقدمہ اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال کا سائل نے بیان کیا ہے۔ وہ صحیح ثابت ہوا۔ اور جو معنی اپنے کہے ہیں۔ وہ غلط ہوئے۔

حکیم جی :- آپ مانع فیہ کی طرف رجوع کیجئے۔

مفتی صاحب :- رجوع کرتا ہوں۔ جناب میں اتنا عرض کرتا ہوں کہ آپ اپنے دعویٰ مات عیسیٰ یقیناً کے ثابت کرنے کے لئے جو دلیل بیان فرمائیں گے خواہ

وہ دلیل قرآنی ہو یا حدیثی یا مجموعی اس دلیل کے متعلق اتنا فرما دیجئے۔ کہ اس دلیل میں تقریب نامہ ہے۔

حکیم جی :- یہ تو میں کبھی نہ کہوں گا۔

مفتی صاحب :- جب جناب کا دعویٰ یقینی ہے اور آپ کو اپنی دلیل پر پورا بھروسہ ہے۔ تو پھر آپ یہ کیوں نہیں فرماتے

حکیم جی :- یہ میں نہیں کہوں گا۔

اس نزاع پر مکالمہ ختم ہوا۔

میرزا بیوں نے مناظروں میں جس قدر اعتراضات کئے ان کے جوابات برق آسانی پر حرم حقانی درج ہو چکے ہیں لہذا اعتراضات و مخالطات درج کر کے مختصر الفاظ میں ان کا جواب درج کیا جاتا ہے۔

۱۔ قرآن یا حدیث میں سے کسی جگہ حضرت مسیح کا زندہ جسم عنصری کے ساتھ آسمان پر ہونا دکھا دیجئے۔ آسمان کا لفظ کسی حدیث میں موجود نہیں۔

جواب :- اس کا جواب دلیل نمبر ۳۰ - ۳۱ - ۱۷ -

۲۷ - ۳۰ - ۳۱ - ۳۲ و ۳۹ میں موجود ہے۔ وہاں

ملاحظہ کریں۔ فریدی کیسٹے مرزا صاحب کے مسند جب

ذیل ارشادات پر غور کرو۔

حضرت مسیح تو انجیل کو ماتص ہی چھوڑ کر آسمانوں پر

جا بیٹھے (براہین حاشیہ ص ۲۷)

مسیح جب آسمان سے اتر گیا۔ تو اس کا لباس زرد

چادریں ہوں گی (ازالہ اوہام ص ۷)

و دیکھو میری بیماری کی نسبت بھی اس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پیش گوئی کی تھی جو اس طرح وقوع میں آئی کہ

آپ نے فرمایا تھا کہ مسیح آسمان پر سے جب اترے گا۔  
تو دو زرد چادریں اس نے پہنی ہوں گی۔ سو اسی طرح  
مجھے دو بیماریاں ہیں (رسالہ تشحیذ الاذیان)  
۲۔ معراج میں اُس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے  
حضرت مسیح کو دوسرے قوت شدہ انبیاء میں دیکھا۔  
اگر وہ قوت شدہ نہیں تھے تو اُن کے ساتھ کیسے  
ہوتے۔

جواب :- نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا زندہ ہونا قوت  
معراج کے وقت آپ کے نزدیک بھی مسلم ہے۔ حضور  
علیہ السلام بھی انبیاء میں اسی رات شامل ہوئے۔ مگر  
ایک زندہ نبی ان میں تشریف فرما ہو سکتا تھا۔ تو  
دوسرے کے لئے کونسی روکاؤ تھی؟

۳۔ آسمان پر بشر کا جانا محال ہے۔ نبی کریم نے  
کفار کے سوال کے جواب میں کہا تھا۔ ہل گنت  
الابشرا رسولاً یبعث فی یک ایک بشر ہوں۔ تمہارا  
آسمان پر چڑھنے کا مطالبہ طاقت بشری خارج ہے۔  
جواب :- بشر کا جانا محال ہو تو ہو مگر خدا کا لے جانا  
ہرگز محال نہیں۔ اسی لئے خداوند کریم نے یہ نہیں فرمایا  
کہ عیسیٰ آسمان پر چڑھ گیا۔ بلکہ فرمایا کہ اُسے ہم نیکیوں  
کیسے لے گئے؟ ارشاد ہوا۔ وکان اللہ عز وبرا۔

ہم غالب ہیں۔ کیوں لے گئے؟ ارشاد ہوا۔ حکیماً  
ہم حکیم ہیں۔ تمہارا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں  
اور تم ہماری حکمتوں کا احاطہ نہیں کر سکتے۔

قرآن مجید میں کہیں ذکر نہیں کہ کفار نے اُس  
حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے صرف آسمان پر جانے

کا سوال کیا ہو۔ بلکہ یہ ثابت ہے کہ کفار کو یقین تھا کہ  
حضور علیہ السلام آسمان پر جا سکتے ہیں۔ اسی لئے  
انہوں نے کہا ولئن لو ان یقولون یقولون یقولون  
علینا کتاباً نقضوا (سورہ بنی اسرائیل)

۴۔ اُس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو زمین ہی میں  
ہجرت کرائی گئی۔ حضرت عیسیٰ کو کیوں آسمان پر  
چڑھا لیا۔ قرآن میں ہے۔ الم یجعل الارض

کفاتیاً احياء وامواتاً۔ ترجمہ:- کیا نہیں بنائی ہم  
نے زمین۔ زمین کافی زندوں کے لئے اور مردوں کے لئے۔  
نیز فرمایا۔ ولکم فی الارض مستقر و متاع  
الیٰ حین۔ ترجمہ:- زمین میں ہی ہے تمہارا رہنا اور  
گذران کرنا۔ نیز حضرت عیسیٰ وہاں کیا کام کرتے ہیں

کیا کھاتے ہیں۔ کیا پیتے ہیں؟

جواب :- اُس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش  
ہر دو مال اور باپ سے ہوئی۔ اور حضرت عیسیٰ کی  
پیدائش عالم امر سے نفع جبرائیل سے ہوئی۔ اس لئے  
خدا کی حکمت نے نفاذ کیا۔ کہ آپ کو وطن ملائکہ نبی  
آسمان پر ہجرت کرائی جائے الم یجعل الارض اور ولکم  
فی الارض والی کو دلائل میں شمار کرنا سہی لا محال ہے۔

ان میں وفا سے کچھ کا ذکر نہیں۔ دعویٰ خاص ہے جس  
کے لئے خاص دلیل کی ضرورت ہے۔ عام دلیل پر خاص  
مقدم ہوتی ہے۔ باقی اقتضات کا الزامی جواب یہ ہے

کہ مرزا صاحب نے نوزلی حق حصہ ادل وزہ پر لکھا ہے کہ  
موسیٰ علیہ السلام زندہ آسمان میں موجود ہیں۔ پس جو کچھ موسیٰ  
علیہ السلام کے کھانے پینے۔ سونے وغیرہ کا جواب آپ کے

وہی ہماری طرف سے سمجھ لیجئے۔

۵۔ قرآن میں ہے۔ والذین یدعون من دون اللہ لا یخلقون شیئاً وہم یخلقون اموات غیر احياء۔ کہ وہ لوگ جن کو خدا تعالیٰ کے سوا معبود مانا جاتا ہے۔ وہ کسی چیز کو پیدا نہیں کرتے۔ اور وہ خود مخلوق ہیں۔

وہ مردے ہیں زندہ نہیں۔ چونکہ مسیح کو معبود مانا گیا ہے۔ لہذا اس آیت کی رو سے مسیح فوت ہو چکے ہیں۔

جواب۔ یہ عام دلیل ہے۔ جو خاص دلیل کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ ہم خاص دلائل حیات مسیح علیہ السلام پر پیش کر چکے ہیں۔ اور علم اصول میں مقرر و مسلم ہے کہ دلیل خاص عام پر مقدم ہوتی ہے۔ اس کی لطائف قرآن مجید میں بکثرت ہیں۔ اس آیت میں مشرکین مکہ کے اصنام مراد ہیں۔ آیت کا سیاق و سباق یہی چاہتا ہے۔ اگر عموم لفظ کو مدنظر رکھا جائے۔ تو حضرت جبرائیل اور غلام فرشتوں کو بھی مر جانا چاہیے۔ کیونکہ ان کو بھی معبود قرار دیا گیا ہے۔ خصوصاً جبرائیل یا روح القدس کو

تشلیث کا اتموم ثالث قرار دیا گیا ہے۔ شیطان بھی حب آیت لا تعبد الشیطان معبود قرار دیا گیا ہے۔ اُسے بھی مر جانا چاہیے۔

اعتراض:- فرشتے عالم اہل حق ہیں۔ عالم خلق سے نہیں

یہاں ان کا ذکر ہے جو مخلوق ہیں۔

جواب:- آپ کو غلط فہمی ہوئی۔ فرشتے بھی مخلوق ہیں۔ قرآن میں ہے ام خلقنا الملئکة اناثاً۔ اس آیت سے فرشتوں کا مخلوق ہونا ثابت ہے۔

(۶) واوصانی بالصلوٰۃ والزکوٰۃ ما دمت حیا سے ثابت ہے کہ حضرت عیسیٰ جب تک زندہ رہے نماز پڑھتے رہے اور زکوٰۃ دیتے رہے۔ اب آسمان پر وہ زکوٰۃ کس کو دیتے ہو گئے۔ جبکہ وہاں کوئی لینے والا ہی نہیں۔

جواب:- حضرت مسیح کا یہ کلام گہوارہ کا ہے۔

اس وقت آپ زندہ بھی تھے۔ آپ کے قول کے مطابق انہیں ہمیشہ ہر حالت میں زکوٰۃ دینی چاہیے۔ آپ گہوارہ اور حالت شیر خوارگی میں ان کا زکوٰۃ دینا ثابت کریں۔ نیز زکوٰۃ کے لئے مال اور نصاب کا ہونا ضروری ہے آپ آسمان پر سچ کے لئے مال ثابت کریں ہم دینا ثابت کر دیں گے۔ اس جگہ زکوٰۃ سے مراد پاکیزگی ہے۔

۷۔ فیما تخیون و فیما تہوتون ومنہما تخرجون۔ کے مطابق انسان کا زمین پر ہی زندہ رہنا۔ اسی میں مرنا۔ اور اسی سے پھر زندہ ہونا ثابت ہے پس مسیح کی زندگی

۱۔ مثلاً قرآن مجید میں ہے انا خلقنا الانسان من نطفۃ (سورہ دہرہ پارہ ۲۶) یعنی ہم نے انسان کو نطفہ

سے پیدا کیا ہے۔ یہ عام دلیل ہے۔ مگر اس کے خلاف حضرت آدم کے متعلق ارشاد ہے خلقہ من تراب ہم نے اسے مٹی سے پیدا کیا۔ پس یہ خاص دلیل ہوئی۔ جبکہ مقابلہ عام دلیل نہیں کر سکتی۔ دلیل خاص کا اعتبار کر کے عام دلیل کو حضرت مسیح۔ آدم اور حوا کی پیدائش کے متعلق چھوڑ دیا گیا ہے۔

علیہ السلام کا روح آسمان پر گیا تھا۔ اس کے ثابت  
میرا کہ حضرت امام حسن اور تمام حاضرین وفات مسیح  
کے قائل تھے۔

جواب :- یہی روایت حیات مسیح علیہ السلام کی  
مؤید ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لئے اس روایت  
میں قبض کا لفظ ہے۔ اور حضرت مسیح علیہ السلام  
کے لئے عروج کا لفظ ہے۔ روح عیسیٰ ابن مریم  
سے مراد یہ ہے کہ روح اللہ عیسیٰ ابن مریم۔ کیونکہ  
آپ کا لقب روح اللہ مشہور تھا۔ یہی روایت  
کامل بھائی ص ۴۴ پر ان الفاظ میں ہے۔ در شب  
فوت شد کہ عیسیٰ ابن مریم را در آن شب با آسمان دفن  
روح کی ابن مریم کی طرف اضافت بیان ہے۔

۱۷) حضرت مسیح علیہ السلام نے کہا تھا مبشرًا  
بر رسول یاتی من بعدی اسلمہ احمد۔ میرے  
بعد ایک رسول احمد آئیگا۔ اب اگر حضرت عیسیٰ  
علیہ السلام کو زندہ مانا جائے تو آیت غلط ہوئی ہے  
آیت سے ثابت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم  
مسیح کے بعد تشریف لائے نہ کہ اسکی زندگی میں۔

جواب :- بعد کا معنی موت نہیں ہے۔ اس سے  
غیب و بیت مراد ہے۔ جیسے قرآن میں یہودیوں  
سے خطاب ہے۔ ثم اتخذتم العجل من بعدہ  
تم نے موسیٰ کے بعد بھچیرے کو معبود بنا لیا۔ حالانکہ

بھچیرے کو انہوں نے معبود اس وقت بنا یا تھا جب  
حضرت موسیٰ علیہ السلام کوہ طور پر تورات لینے کے  
لئے گئے تھے۔ چالیس روز حضرت موسیٰ نے اپنی قوم کا چال  
دیکھا۔

آسمان کا عقیدہ خلاف قرآن ہے۔

جواب :- حضرت عیسیٰ علیہ السلام زمین پر پیدا ہوئے  
زمین پر رہے۔ ہمیں پھر اگر چاہیے۔ اور ہمیں فوت  
ہو کر دفن ہونگے۔ آسمان پر ان کی زندگی عارضی ہے۔

اس آیت کا یہ مطلب نہیں کہ کوئی عارضی طور پر بھی  
زمین سے نہیں جاسکتا۔ بلکہ یہ کہ مستقر آسمان ہے  
مگر وہ عارضی طور پر زمین پر بھی آتے ہیں۔ کیا ہوائی جہاز  
پر کئی دن مسلسل پرواز کرنے والوں کو آپ زندہ نہیں  
کہیں گے؟ کیا وہ زمین سے علیحدہ ہوتے ہی مر جاتے  
ہیں؟

۱۸) حدیث میں ہے لو کان موسیٰ عیسیٰ حسین

لہا وسہما الا قباہی (البواقیت والخواہر)

جواب :- اگر کوئی مر جائے کسی سند صحیح کے ساتھ یہ  
حدیث کسی حدیث کی کتاب میں دکھائے تو اس کو  
ایک صد روپیہ انعام دیا جائیگا۔ البواقیت والخواہر  
میں حضرت عیسیٰ کا لفظ غلطی سے لکھا گیا ہے۔ کیونکہ  
مؤلف نے اس حدیث کو فتوحات مکیہ جلد اول کے باب ۱۰  
کے حوالہ سے نقل کیا ہے۔ مگر فتوحات مکیہ کے باب ۱۰  
میں جو حدیث درج ہے اس میں حضرت عیسیٰ  
علیہ السلام کا لفظ موجود نہیں ہے۔ صحیح حدیث جو  
مشکوٰۃ میں ہے اس میں بھی صرف حضرت موسیٰ  
کا ذکر ہے۔

۱۹) طبقات مکیہ جلد ثالث میں ہے کہ حضرت امام  
حسن نے خطبہ میں ارشاد فرمایا کہ حضرت علی  
اسی رات فوت ہوئے جس رات حضرت عیسیٰ

# کیا حضور علیہ السلام کی صرف ایک ہی حیرادی تھیں؟

(بہ سلسلہ اشاعت بابت ماہ مارچ ۱۹۷۷ء)

(از مولوی محمد امین صاحب شخصگوی)

بہالت سے بنی کی بیٹیوں کو جو بُرا سمجھے  
کرے اولاد احمد کا گلہ اپنا بھلا سمجھے  
بنی کوٹے کے ایندا اور اس میں جو بھلا سمجھے  
کسی مرد خدا سے گر کوئی یہ مدعا سمجھے  
مرضی لا دوا اگر داد باصدق و صفا سمجھے  
نہ سمجھے اب بھی گر کوئی تو بس اس سے خدا سمجھے  
علی مرتضیٰ سمجھے محمد مصطفیٰ سمجھے !!!

اور نبی علیہ السلام کے چچا بھوپھیوں خالاؤں کی بیٹیاں  
زید بنی غلام ہلال حبشی معاذ بن جبل عمار مقداد  
ابوذر غفاری سلمان فارسی حضرت عباس اور  
دیگر خویش و اقارب کو شمولیت کا فخر نہ حاصل ہوا۔  
تو اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ وہ اس وقت  
موجود نہ تھے۔ اگر موجود تھے تو قابل لے جانے کے  
نہ سمجھے گئے۔

اگر آپ کے عالی دماغ میں اس واقعہ سے یہی  
نتیجہ ثابت ہوتا ہے۔ محاف فرمانا تو آپ کی کم علمی  
کا بین ثبوت ہے۔

لو بھائی اب ٹھٹھے دل سے سنو۔ توصیب کی  
عذیبک اتار زنگار قلب دور کر کے اطمینان دل کو  
بوض صحابہ سے شفاف کر کے میرے سامنے آؤ

اعتراض :- اگر ہم اے برحق رسول خدا کی ذاتی  
چار صاحب زادیاں ہوتیں تو خدا کے برگزیدہ بنی  
تین کو گھر میں چھوڑ کر کیوں صرف جناب زہرا علیہا  
السلام کو مقام سب ہل پر لے جاتے۔ ان کو بھی  
ضرور ہمراہ لاتے۔ تو یہ اس پر دال ہے کہ سوائے  
ام المومنین کے حضور پر نور کی اور کوئی صاحبزادی  
نہ تھی۔

جناب بے شیخوں کا اس واقعہ کو ماخذ بنانا کم علمی کا  
بین ثبوت ہے۔ اور اگر تاریخ اسلام سے کچھ سمجھ  
ہوتا تو اس واقعہ کو اتنا سنگامہ خیز بنانے میں کوشاں  
نہ ہوتے۔ یہ بالکل سولہ آنے صحیح بات ہے کہ دیگر  
ہر سہ دختران رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
مباہلہ میں شامل نہیں ہوئیں۔ اور نہ ہی ازواج مطہرات



تو میں آپ کو آپ کی کتابوں سے روز روشن کی طرح واضح کر دوں گا۔ کہ وقت مباہلہ ہرہہ دختران عالم فانی سے دارلبقا کی طرف کوچ فرما چکی تھیں۔ (۱) شیخ مفید و شیخ طبری ابن شہر آشوب نے روایت کی ہے کہ ہجرت کے آٹھویں سال ۲۰ رمضان المبارک کو مکہ معظمہ فتح ہوا۔ ترجمہ حیات القلوب ص ۶۸۷ بعد غزوہ حنین اور تبوک کے واقعات پیش آئے اس کے بعد جب مشرکوں نے حضور پر نورؐ کے عہد و پیمان کو توڑا تو سال ہجرت میں بتایا کہ ذی الحجہ جناب رسالت مآب نے ان کو عذاب الہی سے ڈرانے اور سورہ برأت سنانے کے لئے جناب علی المرتضیٰ کو روانہ فرمایا۔ ان جملہ واقعات کے بعد آئیہ مباہلہ اس وقت نازل ہوئی جبکہ فتح مکہ کے بعد تمام عرب مطیع و منقاد ہو گیا۔ اور واقعہ مباہلہ اس وقت پیش آیا جب حضور علیہ السلام کے خط بھیجنے پر قومی مجالس منعقد کرنے کے بعد بحران کے زنجاری حضور علیہ السلام کے حضور میں حاضر ہوئے۔

مندرجہ بالا حالات سے معلوم ہوا۔ کہ مباہلہ کا واقعہ سال دہم ہجرت کے واقعات میں سے ہے۔ ہرمزاحمد تقی صاحب کی اصل متبر تحریر ہمارے دعوے کے اثبات پر مصر ہے۔

وایں مباہلہ در سال دہم ہجری و بست و چہارم ذی الحجہ بود۔ نسخ التواریخ ص ۸۲

اگر مباہلہ کے ایام میں حضور علیہ السلام کی ہرہہ دختران پاک و پیرہے گئے جگر سجدہ زینب سیدہ فقیہ

اور سیدہ ام کلثوم زندہ اور مدینہ منورہ میں موجود ہوتیں تو مجتہدین کا اعتراض کسی قدر قابل غور ہوتا۔ قابل غور میں غلطی سے لکھ دیا قابل غور بھی نہیں جبکہ سیدنا عباس عم المؤمنین زید غلام جس کے واسطے حضور پر نورؐ راہ الہی و الہی نے فرمایا۔ کہ زید میرا فرزند ہے۔ اور یہ میرا میراث لیگا۔ شفاء الصدور ص ۹۳۰۔ بلال مؤذن جو فراق نبوی میں دیوانہ ہو کر شام جا کر فوت ہوا۔ حضرت معاذ بن جبل جن کے سر پر زینت روزگاری میں سردارِ دو جہان نے اپنا غما مہارک اُتار کر اپنے ہاتھ مبارک سے باندھا۔ اس کو سوار کر کے دوزخک یا پیادہ ہمراہ تشریف لے گئے۔ عمار و ابوذر جن کو حین حیات میں نثارِ رحمت جنت ملی۔ مقداد غلام جس کے ساتھ نبی اللہ نے اپنی حقیقی چچا کی بیٹی کا نکاح باندھا۔ سلمان فارسی سلمان منا اہل البیت (سلمان ہماری اہل بیت سے ہے) دیگر اجل صحابہ خلفائے جان نثار جو مباہلہ میں شامل نہیں ہوئے۔ کیا حضور علیہ السلام کے فدائی عاشق صادق و فادادار یار نہ تھے۔ جو اس عظیم الشان واقعہ مباہلہ میں شامل نہیں ہوئے۔ یا یہ سب دارلبقا کو واصل ہو چکے تھے (معاذ اللہ)

ایں خیال است و محال است و حوّل

اب تاریخی لحاظ سے ثابت کیا جاتا ہے۔ کہ اس واقعہ سے پہلے ہرہہ دختران عالم بقا سے واصل ہو چکی تھیں۔

را، ابوالعاص نے جنگ بدر کے بعد حضرت زینب کو

مکہ منورہ سے مدینہ منورہ میں حضرت کی خدمت میں بھیجا یا اور  
سیدہ زینب نے مدینہ میں ہجرت کے ساتویں سال یا  
آٹھویں سال رحلت کی۔ رقیہ نے بھی مدینہ میں ہجرت کے  
دوسرے سال رحلت کی جبکہ جنگ بدر واقع ہوئی۔  
اور ام کلثوم ہجرت کے ساتویں سال ہجرت الہی واصل  
ہوئی۔ (شفاء الصدور والکروب ص ۹۰۹)

۲، وفات زینب در حیات رسول مقبول در سال  
ہشتم ہجری واقع شد۔ وفات رقیہ در سال دہم از  
ہجرت واقع شد۔ نہنگامیکہ حضرت بہ غزوہ بدر شریف  
بروہ بود و وفات ام کلثوم در سال نہم از ہجرت واقع  
شد (حسن الفصول ص ۹۹ سے تا ۱۰۲)

۳، سیدہ زینب مدینہ منورہ میں ہجرت کے ساتویں سال  
اور بروایت آٹھویں سال سیدہ رقیہ مدینہ منورہ میں  
بایام جنگ بدر ہجرت کے دوسرے سال) اور سیدہ  
ام کلثوم ہجرت کے ساتویں سال ہجرت ایزدی  
واصل ہوئیں۔ ترجمہ حیات القلوب ج ۲ ص ۵۶۰۔  
(۴) مع القصہ در سال ہشتم ہجری زینب از جہاں نبت  
و در سال دہم ہجرت نہنگامیکہ رسول خدا در بدر  
بود رقیہ وفات یافت۔ گویند وقتے فاطمہ در پہلوئے  
پدر بر سر رقبہ رقیہ میگزیت در سولی خدا یا گوشہ  
ردا الشک اور اے سترد صلی اللہ علیہ وسلم بالجملہ  
ام کلثوم در سال نہم ہجری سروسے جاودانی تحویل داد  
اسمائے بنت عیسیٰ و صفیہ بنت عبدالمطلب و ام  
علیہ اور غسل داد و پیغمبر بروے بگزیت

در تاریخ التواریخ ص ۶۱۰ ج ۱۔

ترجمہ :- قصہ مختصر ہجرت کے آٹھویں سال سیدہ  
زینب نے اس دار فانی جہان کو چھوڑا اور ہجرت  
کے دو کمر سال جنگ بدر کے ایام میں سیدہ  
رقیہ نے وفات پائی۔ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ سیدہ  
فاطمہ اپنے والد کے پہلو میں سیدہ رقیہ کی قبر پر  
رو رہی تھیں اور رسول خدا اپنی پاک ردا کے  
دامن سے آنجناب کے آنسو پونچھتے تھے صلی اللہ  
علیہ وسلم بالجملہ سیدہ ام کلثوم نے ہجرت کے نانویں  
سال سروسے جاودانی کو رحلت فرمائی۔ اور  
اسما بنت عیسیٰ و صفیہ بنت عبدالمطلب اور ام  
علیہ نے ان کو غسل دیا۔ اور جناب رسالت مآب  
ان پر روتے تھے۔

مستدرک بالا عبارات سے معلوم ہوا کہ واقعہ  
مبادلہ سال دہم ہجرت کے واقعات میں سے  
ہے۔ اور ہر سہ دختران رسالت مآب سیدہ رقیہ  
آٹھ سال پہلے سیدہ زینب دو سال یا ۳ سال  
پہلے (باختلاف روایت) اور سیدہ ام کلثوم  
تین سال پہلے اس دار فانی سے عالم جاودانی کی  
طرف جا چکی تھیں۔ اگر اس وقت موجود بشرط  
حیات ہوتیں تو ضرور حضور علیہ السلام ان کو ہمراہ  
لے جاتے۔ فقط آئندہ میں احادیث رسول اللہ  
اقوال مولیٰ علیٰ ارشادات امامان اہلبیت سے اس  
مسئلہ کو واضح طور سے ثابت کرنیکی کوشش کی  
جاوے گی۔

یہی تجربہ کافی ہے اگر کوئی بھلا سمجھو نہ سچا راستہ بھولے اسے گمراہ سمجھو  
احادیث نبوی سمجھو کلام کبریا سمجھو سمجھو کہو نہیں آتی وہ میرے پاس سمجھو

# کیا یہ آزادی ہے؟

(از مولانا سید ندیر الحق صاحب میرٹھی)

آج ساری دنیا میں آزادی اور جمہوریت کا شور مچا رہا ہے۔ ہر قوم آزادی کے عشق میں مجنوں بنی ہوئی ہے اور ہر فرد آزادی کا طلب گار اور دالہ و شہید ہے۔ یہ وہ فطری خواہش ہے جس کے اعلان و اظہار کا حق ہر انسان کو حاصل ہے۔ اس لئے کہ دنیا میں محکومی و غلامی کے بڑے حکمران کوئی لعنت نہیں۔ یہ ڈاٹن انسان کے تمام فضائل و کمالات کو کھٹا جاتی ہے۔ تمام معاشرتی و تمدنی برکات کی غارتگر ہے۔ عزت۔ شرافت۔ غیرت۔ ہمت اور دیانت کے لئے پیغام موت ہے۔ اور اس سے انسانیت کا تمام شرف و انحرار خاک میں مل جاتا ہے۔ اور انسان صرف حیوان بن کر رہ جاتا ہے۔ وہ روٹی اور ذیل غزو جاہ کیلئے اپنا مسک و نظریہ، فکر و نظر، جذبات و احساسات ضمیر، ایمان اور اخلاق سب کچھ قربان کر دیتا ہے۔ وہ محض پیٹ کے لئے اعتبار سے افکار و اعمال کی بھیک مانگتا اور اپنی خودی کو اپنے ہاتھوں ذبح کرتا ہے۔ وہ دلت کو عزت اور غیرت کو دلت سمجھ لیتا ہے۔ اس کی ہر چیز میں سلفیت، نقصان اور منافقت نمایاں ہوتی ہے۔ وہ اپنے ہر مکار و غافل دشمن کو اپنا ہمدرد و رفیق اور ہر سچے شفیق و دہربان کو اپنا دشمن سمجھتا ہے۔ اپنے آقاؤں کی نظر سے دیکھنا، ان کے دماغ سے سوچنا اور ان کے دل سے سمجھنا ہے۔ ان کے

اشاروں پر ناپتا ہے۔ اور خوشامد، چالپوس، کمینگی، بے غرق، بے غیرتی، اور دروازہ گری غلام قوم کا طرہ اعتبار اور فحاشی شان بن جاتی ہے۔ غرض یہ کہ غلامی و محکومی تمام ذلتوں، رسوائیوں، گمراہیوں اور تباہیوں کی جڑ ہے۔ اور یہ وہ روشن حقیقت ہے جس کا انکار اندھا جمعی نہیں کر سکتا۔ غلامی سے نفرت اور آزادی کی طلب تمام انسانوں کا فطری حق ہے۔ یہاں تک تو دنیا کے تمام انسان حق بجانب اور پھر دی کے مستحق ہیں اس لئے کہ دنیا کی چالاک و مکار قوموں اور دی رہنماؤں نے بھولی بھالی اور کمزور قوموں کو اپنا غلام و محکوم بنا کر ان پر عرصہ حیات تنگ کر رکھا ہے۔ دنیا بھر میں ظلم و استبداد کا دور دورہ ہے۔ طاقت ور قومیں کمزور قوموں کو کھائے جا رہی ہیں۔ امن و آزادی اور جمہوریت و مساوات کے نام پر ان کو تباہ و برباد کیا جا رہا ہے۔ آزاد قوموں کے سرمایہ دار اور غلام قوموں کے سرمایہ دار ملی کر آتی اپنی قوم کے غریبوں پر اپنی خلی قائم کرتے چلے جا رہے ہیں۔ غضب بالائے غضب ہو رہا ہے۔ کہ آزادی و جمہوریت کے نام پر انسانوں کو غلام بنایا جا رہا ہے۔ چند سرمایہ دار جمع ہو کر غلام کو آزادی کا جھانسا دے کر اپنا آلو سیدھا کرتے ہیں۔ اور حق غریب سمجھتے ہیں کہ آزادی آ رہی ہے۔ حالانکہ آزادی کا کہیں نام و نشان بھی نہیں ہوتا۔ یہ کیوں ہے کہ عوام کو ان کے سرمایہ دارانہ آزادی کے نام پر اپنا غلام بنا رہے ہیں؟ اس لئے کہ عوام میں سیاست و

بناوت و اخراج کریں گے وہ دوزخ والے ہیں اور دونوں جہان  
میں عذاب الہی کے مستحق ہیں یہ بھی بتلوا دیکھنا کہ  
اے انسانو! تم اپنا نفع نقصان نہیں جانتے۔ تم اپنے انجام  
کمال سے بے خبر ہو۔ تمہیں تھوڑا سا علم دیا گیا ہے۔ تم حقیقت  
تک رسائی حاصل نہیں کر سکتے اس لئے سیدھی طرح اللہ کی اطاعت  
و بندگی اختیار کرو۔ اور ساری زندگی ہمارے حوالہ کرو۔

چنانچہ ہر قوم، ہر ملک اور ہر زمانہ میں انبیاء علیہم السلام آئے  
اور انہوں نے انسانوں کو ہدایت الہی کی پیروی اور اللہ کی  
بندگی کی طرف بلایا۔ اور کوشش کی کہ انسان انسانوں کی غلامی  
سے نجات پا کر اللہ کی غلامی میں آجائے۔ سب کے آخر میں  
ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں تشریف لائے۔ اور  
آخری طور پر انسانوں پر حجت تمام کر دی۔ ان کو امن، رحمت  
ترقی و آزادی اور عدل و مساوات کا راستہ و طریقہ بتلایا۔  
اور اپنے بعد اپنا قائم مقام قرآن اور اپنی سیرت کو بنادیا۔  
تاکہ انسان قیامت تک قرآن و حدیث سے ہدایت  
رہنمائی حاصل کریں۔ اور نجات و کامرانی کے مستحق ٹھہریں۔

مگر دنیا والوں کی بدبختی کہ انہوں نے قرآن اور صاحب قرآن کی  
ہدایت و رہنمائی سے منہ موڑ کر انسانوں کی جاہلیت و انا  
سازی کو قبول کیا۔ انسانوں کے دماغوں سے نکلی ہوئی تحریکی  
اور خود ساختہ افکار و اعمال کی پیروی شروع کر دی۔  
اللہ کو چھوڑ کر انسانوں پر اعتماد کیا۔ دنیا کا انتظام و  
انتظام خدا کے باغیوں کے سپرد کیا اور اپنی زندگی کی  
باگ دوڑ فراموش و نماردہ کو سونپ دی۔ رفتہ رفتہ  
دنیا بھر کے مسلمانوں نے بھی خدا کی ہدایت سے منہ موڑ کر  
سیاسی و تمدنی امور میں زمام قیادت کفار و مشرکین کے

و تمدن کے معاملات و مسائل کو سونپنے سمجھنے اور حل کرنیکی  
صلاحیت نہیں۔ ان کی رہنمائی خود غرض اور سرمایہ دار لیڈروں  
کے ہاتھ میں ہے۔ وہ جو کچھ ان کو سمجھاتے ہیں۔ وہ اُسی پر  
ایمان لے آتے ہیں۔ اب پسند اپنی اپنی نظر اپنی اپنی۔  
عوام اندھے مقلد اور اپنے اپنے لیڈروں کے غلام ہیں۔  
جد و جہد عوام کرتے اور قربانیاں دیتے ہیں اور ان کے مفاد  
ان کے لیڈر حاصل کرتے ہیں۔ خواص کا ذمہ عوام کے جھپوں  
پر حکومت کر رہا ہے۔ عوام مخلص ہیں اور خواص خود غرض۔  
عوام محنتی ہیں اور خواص آرام طلب۔ تینوں پارٹیوں کے قائد  
اپنے اپنے عقیدت مندوں کے صرف پیٹ کا سوال حل کرتے  
ہیں۔ انہیں دل و دماغ اور مذہب و اخلاق سے کوئی  
غرض نہیں۔ گویا وہ انسانوں کو معاشی حیوان بنا دینے پر  
کمر بستہ ہیں۔ افسوس اگر انسانوں میں خود غرضی کی آگ لگے اور  
تباہی و بربادی آئے۔ تو ہندوستان والے روتے کیوں ہیں؟  
مذہب و اخلاق سے متنفر ہونے اور خدا سے بناوت  
کرنے کا سنا بھگتیں۔ لڑیں۔ مریں اور خدا کی زمین اپنے  
منحوس وجود سے خالی کریں۔ ان انسانوں سے تو بھڑکیے

اچھے کہانی ہدایت سے منہ موڑنے کا نتیجہ

ابتداءً تم فریشت میں ہی باری تعالیٰ عزرا سمہ  
نے حضرت آدم علیہ السلام پر اپنی وحی نازل فرما کر انسانوں  
کو آگاہ کر دیا تھا کہ جو لوگ ہماری ہدایت کی پیروی کریں گے  
ان پر کوئی خوف اور حزن و ملال نہ ہوگا۔ وہ بخیر  
زندگی کے مالک بن کر دینی و ترقی اور اخروی نجات  
حاصل کر لیں گے اور جو لوگ اس ہدایت کی پیروی سے

آزادی کا مفہوم صرف یہ ہے کہ وہ دوسری قوم کی حکومت سے آزاد ہو کر اپنے اوپر آپ حکومت کرنے لگیں۔ لطف یہ کہ آزادی پسند حضرات اس آزادی سے مراد صرف مادی آزادی لیتے ہیں۔ ان کے یہاں ذہنی غلامی کوئی بڑی چیز نہیں بلکہ حاکم قوموں کی ذہنی غلامی پر ان کو فخر و ناز ہے۔ جیسا نچر ہندوستان کی سب سے بڑی آزادی خواہ جماعت کانگریس انگریز کو تو ہندوستان سے نکالنا چاہتی ہے مگر مغربی سیاست کو اپنا اور ہٹھا بھوننا بنائے ہوئے ہے۔ سیاست و حکمرانی کے لئے اس کے پاس اپنی کوئی چیز نہیں بلکہ تمام افکار و اعمال میں انگریزوں کی ذہنی تقلید ہو رہی ہے۔

### دنیا کی نئی سیاست

پچھلی جنگ عظیم کے بعد بین الاقوامی معاملات میں جو نئی سیاست پیدا ہوئی وہ یہ ہے کہ آزادی و خود مختاری ان چند قوموں کے لئے مخصوص سمجھی جائے۔ جو اس کی مستحق ہیں اور باقی تمام ادلے و کمزور قومیں ان آزاد اور برگزیدہ قوموں کے ماتحت کر دی جائیں۔ آزادی کا حق کس کو حاصل ہے؟ جو کائنات کی طبیعی قوتوں کو مسخر کر لینے کی زیادہ سے زیادہ صلاحیت و قوت رکھتا ہے۔ جو قوم یہ صلاحیت و قوت رکھتی ہے۔ وہ آزاد و برگزیدہ ہے۔ اور جو قوم اس صلاحیت و قوت سے محروم ہے وہ ادلی اور غلام ہے۔ آج دنیا کے بڑے وہی کہلاتے ہیں جو سب سے زیادہ قوت و اقتدار والے ہیں۔ جو انسانوں کی تباہی کے زیادہ سے زیادہ

آلات و ذرائع رکھتے ہیں۔ اور زیادہ سے زیادہ اقوام و ممالک کے مالک ہیں۔ جو قومیں قوت و اقتدار سے محروم ہیں ان کو زندہ رہنے کا حق صرف

ہاتھ میں دہری۔ ان کی ہدایت و رہنمائی پر ایمان لے آئے۔ اور ائمہ کفر و ضلالت کے افکار و اعمال کی پیروی میں جت اور آرام کی زندگی بسر کرنے اور امن و ترقی کی راہیں ڈھونڈنے لگے۔ نتیجہ یہ کہ جہاں تک امامت و قیادت اور سیاسی تمدنی رہنمائی کا تعلق ہے کافر دسویں سب کے سب خدا کی ہدایت سے بے نیاز ہی نہیں بلکہ باغی ہو گئے۔ ساری دنیا میں الحاد و دہریت اور سرمایہ داری پھیل گئی۔ خدا کی جگہ پارلیمنٹ نے لی۔ پیغمبروں کا منصب سچیدانوں، فلاسفوں، قانون سازوں، ڈکٹیٹروں اور لیڈروں نے سنبھال لیا۔ شریعت کی جگہ ہر ملک اور ہر قوم نے اپنا دستور خود بنالیا۔ ایمان آخرت کی جگہ اس دنیوی زندگی نے لی۔ یسوی و بدھی اور عذاب و ثواب کے تمام تصورات و عقائد سے دل و دماغ خالی ہو گئے۔ عدالت انصاف کو خود غرضی اور نفس سینی نے کھالیا۔ اور قومیت و وطنیت کے دو بتوں کے سامنے ساری دنیا سرنگوں ہو گئی۔ مذہب و اخلاق سے تنفر و بیزاری سے دنیا کے جہالاک و مسکار لوگوں نے فائدہ اٹھایا۔ اور انسانوں نے انسانوں کو بہت بڑی طرح اپنا غلام و محکوم بنالیا۔ اب انسان ایک مٹھین سے زیادہ کچھ نہیں۔ وہ محض ایک طبیعی پیکر ہے طبیعی تقاضوں کی تسکین اس کا نصب العین ہے۔ نوع انسانی کو اپنے تحفظ و بقا کے لئے قوت فراہم کرنے کی ضرورت ہے۔ اسی قوت کی فراہمی کے لئے دنیا کی تمام قومیں سرگرم عمل ہیں جس قوم کے پاس زیادہ قوت ہے وہی دنیا کی دوسری کمزور قوموں پر حکومت کرنے کا حق رکھتی ہے۔ اس صورت حال کا نتیجہ یہ ہوا ہے کہ دنیا کی مظلوم و متہور قومیں نزدیک

اسی صورت میں حاصل ہے جبکہ وہ اس طرحوں میں سے کسی ایک بڑے کی اطاعت و وفاداری کریں۔ گویا دنیا کی سیاست جنس کی لاشیٰ اسی کی بعینہ ہے۔

بالکل ظاہر بات ہے کہ جب انسان اپنے اصلی خالق و مالک کی اطاعت و وفاداری سے بغاوت کریں تو ان کو لامحالہ اپنے جیسے ہی انسانوں کو اپنا مالک و مطاع بنانا پڑتا ہے۔ چنانچہ خدا کی باغی قومیں اسی لئے آزاد و حکمران قوموں کے ہم و کرم ہو جی رہی ہیں کہ انہوں نے خدا سے منہ موڑ کر انسانوں کو اپنا مالک و مطاع بنایا اور یہ خدا کا عذاب ہے جو ان کو اسلامی محکوم کی صورت میں مسلط ہے۔ اور یہ اس وقت تک دور نہیں ہو سکتا جب تک وہ خدا کے سامنے نہ جھکیں۔

حسرت ناک اور جگر خراش مصیبت یہ ہے کہ مسلمان جو حامل قرآن ہیں اور جن کا فرض یہ تھا کہ وہ خود زندہ اور مردہ خداؤں سے بغاوت کر کے اللہ وحدہ لا شریک کی حاکمیت پر ایمان لائے۔ اور ہر انسان کو انسانوں کی غلامی سے نجات دلائے۔ وہ خود انسانوں کی حکمیت اور قانون سازی پر ایمان لائے۔ چوتھے ہیں۔ اس لئے جو حال کافر و مشرک قوموں کا ہے وہی حال ان کا بھی ہے۔ اس لئے خدا کی حاکمیت اور قانون سازی

سے بغاوت کرنے میں کافر اور نام نہاد عوام برابر کے شریک ہیں۔ جس طرح ملک، قوم اور پیٹ کی خاطر کافر و مشرک قومیں طاقتوروں کے ہاتھ سے مر رہی ہیں اسی طرح عہد حاضر کے مسلمان بھی مر رہے ہیں۔ جو کافرانہ سیاست اپنے گمراہوں کو سانپ بن کر ڈس رہی ہے۔ وہی سیاست ظہور الدین اسلام کو دنیا میں تین تیرہ بارہاٹ اور ڈھیلو و نوار کے ہوئے ہے۔ اگر خدا کی باغی قومیں طاقت اور دولت کو

اپنا مقصد بنائے ہوئے ہیں۔ تو خدا کو ہنسنے والے انسان بھی اسی بے شک سے بچا رہی ہیں۔ کافروں کے نزدیک اخلاق کوئی چیز نہیں۔ اسی طرح مسلمانوں کے نزدیک بھی اخلاق کوئی چیز نہیں۔ پھر مسلمانوں کا بھی وہی حال کیوں نہ ہو جو کافروں کا ہے۔

پس آزاد اور خود مختار قوموں کی سیاست یہ ہے کہ ادنیٰ و کمزور قوموں کو جبر و ظلم اور مکر و تدبیر سے اپنی ماتحتی میں لیا جائے۔ اور غلام و کمزور قوموں کی سیاست یہ ہے کہ حکمران و قابض سرپرستی میں حقوق زندگی حاصل کئے جائیں۔ بڑے ملک اور بڑی قومیں اس سوال پر جھگڑتی اور ایک دوسرے کو لالچیلے انگلیں دکھاتی ہیں۔ مگر کون جھوٹا ملک اور کون جھوٹی قوم کس کے تاج کی جائے۔ وینا کے تین بڑے امریکہ روس اور برطانیہ میں اسی سوال پر بحث مباحثہ ہو رہا ہے۔ امریکہ اور برطانیہ کی سیاست روس کی آنکھوں میں خاک چھونک دینا چاہتی ہے اور روس کی سیاست امریکہ اور برطانیہ کو آگ و کار بنالینا چاہتی ہے۔ اے ان تین بڑوں کے غلام و حمایتی وہ ان کی ماتحتی میں اپنی شریک دوسری قوموں کو کھا جانا چاہتی ہیں۔ چنانچہ ہندوستان کی سیاست یہی ہے کہ یہاں کی سب سے بڑی قوم ہندوستان کی دوسری قوموں کو آئینی تدبیروں اور مکر و فریب سے کھا جائے۔ اور ہندوستان میں لٹا و لاغبری کے ڈکے بجائے غلبہ

## سیاست اور اخلاق کی کھڑی

ہندوستان کے سیاست دانوں نے سب کچھ اپنے انگریز استادوں سے سیکھا ہے اور انہی کے قدم بہ قدم چل رہے ہیں۔ روس، امریکہ و برطانیہ کی عادت اور

سیاسی پیش یہ ہے کہ وہ کوئی بات صاف صاف نہیں کہتے  
ان کی ہر بات میں منافقت ہوتی ہے۔ ان کی ہر بات میں  
چھ دروازے ہوتے ہیں۔ ان کے بیانات پیچیدہ اور  
گول ہوتے ہیں۔ جن میں وہ بڑی خوبصورتی کے ساتھ  
اپنی ماتحت قوموں کے سیاست دانوں کے دل و دماغ کو  
پھنسا لیتے ہیں اور اپنے حسن تدبیر سے غلاموں کو اُلٹو بنادیتے  
ہیں۔ یہی طرح ہندوستانی سیاست کی کوئی بات صاف  
صاف نہیں ہوتی۔ بیاہوں کی گہرائی میں کچھ اور ہوتا ہے اور  
ظاہر میں کچھ اور۔ وہ بھی عوام کو پھنسانے اور ان کو اُلٹو  
بنانے میں اپنے استادوں سے کم نہیں۔ جن طرح حکومت  
برطانیہ کا نیت پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا اسی طرح ہندوستانی  
سیاست دانوں کی نیتوں پر بھی اعتماد نہیں کیا جاسکتا۔  
اس لئے کہ انسانیت کے نیچے درد اور اخلاق و دنیا  
سے جس طرح حکومت برطانیہ محروم ہے اسی طرح ہندی  
سیاست کے علمبردار محروم ہیں۔ یورپ والے اپنے  
سے اور پر کسی کا اقتدار تسلیم نہیں کرتے۔ اور کسی کے  
سامنے مسئولیت اور جواب دہی سے فارغ البال ہیں  
اسی طرح خلدوستان والے اپنے اور پر کسی کا اقتدار تسلیم  
نہیں کرتے۔ غرض یہ کہ دنیا کی ساری سیاست ایک ہے  
اور وہ ہے بے دین سیاست۔ اس لئے مشرق و  
مغرب والے ایک کشتی کے سوار ہیں۔

یہ جہ دین سیاست جس کی بنیاد خدا کی بغاوت پر  
ہے۔ خدا کی جگہ بڑے انسانوں کو تخت حکومت پر  
بٹھاتی ہے۔ اور خدا کے بندوں پر ڈکٹیٹروں پر ڈکٹیٹروں  
اور لیڈروں کو حکومت کرنا سکھاتی ہے۔ جہاں مادہ

پرستی اور انکار خدا سے اس کی وال گنتی ہو وہاں لمحہ اور  
بے دین شکر انسانوں کو اپنے قابو میں لاتی اور اپنے علمبرداروں  
کے قدموں پر گراتی ہے۔ اور جہاں مذہب و اخلاق کا نام  
لے بغیر کام نہ چلتا ہو وہاں مذہبی آزادی کا پرچا نہ دے کر  
اپنا کام نکالتی اور اپنے کردہ و بھیا تک چہرہ پر اخلاق کا  
نقاب ڈال لیتی اور رواداری و مہر دہی کا غارہ مل لیتی  
ہے۔ جہاں دلتوازی و چالوسی کی ضرورت ہو وہاں شفیق و  
مہر دہن کر محکوم قوموں کا خون چوستی ہے۔ جہاں جبر و  
کی ضرورت ہو وہاں ظلم و استبداد کی بجلی بن کر گرکتی ہے اور  
جہاں مکر و فریب سے کام نہ لگتا ہو وہاں مکر و فریب کی چادر  
اڑھ لیتی ہے۔ بہر حال انسانوں کو اپنے اثر اور قابو میں  
آتی ہے۔ اور مذہب و اخلاق کے دھڑے ان کے دل  
دماغ کو بالکل یک و صاف کر دیتی ہے۔ مغربی قوموں نے  
مغربی قوموں کو اسی طرح جیتا ہے۔

اس مغربی سیاست نے اپنے بڑوں کے دماغوں میں  
برگزیدہ قوم ہونے کا تصور پیدا کیا۔ اور اس تصور نے  
روس، امریکہ اور برطانیہ کو یہ سمجھنے اور کہنے پر مجبور کیا۔  
کہ دنیا پر قبضہ کرنا اور اقوام و ممالک کو اپنے درمیان تقسیم  
کر لینا ہمارا پیدایشی حق ہے۔ کیونکہ ہم دنیا کے بڑے بڑے  
عصوں پر قابض و متصرف ہیں۔ لہذا ہمارے بڑے اور  
برگزیدہ ہونے میں شک نہیں کیا جاسکتا۔ جو اپنے دل میں  
ٹھک لائے وہ صفحہ ہستی سے مٹا دیئے جانے کے قابل ہے۔  
اس کے ساتھ ساتھ میرے اپنے فرض بھی ذکر کرتے ہیں۔  
یعنی دنیا پر اپنا قبضہ حق بجانب ثابت کرنے کے لئے یہ  
دلیل دیتے ہیں کہ انہوں نے دنیا میں عقل و دانش، علم و

تہذیب، جمہوریت و مساوات اور ترقی و آزادی پھیلانے کا فرض سرانجام دیا ہے۔ اور اس فرض کو آئندہ سرانجام دینا بھی ہمارا ہی فرض ہے۔ ہم امن اور آزادی کے ٹھیکیدار ہیں۔ جو ہماری اس شاق، اس حق، اس بزرگی اس دعویٰ اور اس حق کو نہ ملنے وہ میدان میں آکر ہمارا مقابلہ کر کے دیکھ لے۔

روس کی سیاست تو عقیدنا اور عملاً اپنے آپ کو مذہب و اخلاق کا پابند نہیں کہتی۔ اس لئے اس کا طاہر بھی تاریک اور باطن بھی بھیاک لیکن امریکہ اور برطانیہ کی جمہوری سیاست اگرچہ عملاً اپنے آپ کو مذہب و اخلاق کا پابند نہیں کہتی لیکن اصولاً وہ مانتی ہے کہ سیاسی مصلحت کو اخلاق و تہذیب کی حد سے نہ گزرنا چاہیئے۔ لیکن اس کا عمل کہیں نظر نہیں آتا۔ اور خود پسندی و بربادی ہر جگہ نمایاں ہے۔ جمہوری سیاست کا طرہ اختیار بربادی ہے۔ سب جگہ اسی سے کام لکا جاتا ہے۔ جو لوگ اس سیاست میں نیک نیتی، حق پرستی، رحم و مروت اور عدل انصاف و صفو ڈالتے ہیں وہ یا تو اعلیٰ درجے کے نادان و احمق ہیں یا پھر پرلے درجہ کے مکار اور فریبی۔

## دنیا میں فساد کی جڑ جمہوری سیاست ہے

جمہوری سیاست نے اصول و عمل کا جو تضاد دنیا کے سامنے پیش کیا ہے وہ ہر جگہ آفتاب سے زیادہ روشن ہے۔ جمہوری سیاست نے سرمایہ داروں کو ایک مقدس محصوم الٰہ کا ردید یا ہے جس سے وہ عوام کو اپنا منہا بناتے اور اپنا آلو سیدھا کرتے ہیں وہ اپنے

سرمایہ اور پیس کی طاقت سے رائے عامہ کو ہوا کر لیتے ہیں اور پھر ان پر خدائی کرتے ہیں۔ جن انسانوں کے سامنے سرے سے آزادی و غلامی کا صحیح تصور ہی نہ ہو، جو اپنے نفع و نقصان ہی سے واقف نہ ہوں اور جو روٹی پیڑ اپنا سب کچھ بیچ دیتے ہوں ان کا سرمایہ داروں کے لئے بک جانا کوئی مشکل بات ہے۔ جو لوگ جب جاہ اور شکم پرستی کے لئے بڑھ بڑھ کر جا میں قربان کر دیتے ہوں وہ کیا جانیں جمہوریت کس چیز کا نام ہے۔ ایسے حقیقت ناشناس لوگوں کو حق خود ارادیت بھی دیدیا جائے تب بھی ان کو آزادی نصیب نہیں ہوتی۔ بدکار، غفلت شہار، اور شکم پرست انسان اپنا ہر حق اپنے آقاؤں پر قربان کر دیا کرتے ہیں۔ اور وہ اپنا کلا آب کاٹا کرتے ہیں۔

یہ جمہوری سیاست ہی تو ہے جس نے ساری دنیا میں فساد بپا کر رکھا ہے۔ جمہوری حکومت کا نام سن کر غلاموں کے منہ میں پانی بھر آتا ہے۔ اور پھر سرمایہ دار اپنی دولت سے ان کو خرید لیتے اور ان پر حکومت کرنے میں رائے عامہ کیا ہے سرمایہ داروں کا کھلنا ہے جیسی تو سرمایہ داروں نے دنیا میں جمہوریت جمہوریت کا شور مچا رکھا ہے۔ دنیا میں انسانیت و انسانیت اور خود غرضی و حیوانیت کا دور دورہ ہے۔ اس لئے اہل مذہب اور لائبرل دو نوں نفس کی پیروی کر رہے ہیں ہر طرف اغراض و مفاد کی پوجا ہو رہی ہے۔ ایسے زمانہ میں کسے غرض پڑی ہے کہ وہ نیکی و بدی، حق و باطل، صحیح و غلط اور اہل و نا اہل کی بحث میں پڑے اور اپنا قیمتی وقت برباد کرے۔



# پاکستان کا خواب شرمندہ تعبیر ہونے کے بعد

(اسٹریٹجک اسد میر عرفات بشکرہ کونٹ)

قابل لحاظ نہیں۔ تم کہو گے اور ایک حد تک یہ صحیح ہے۔ کہ مسلمان آخر کار اپنی سیاسی نیند سے بیدار ہو گئے ہیں کہ پہلے کی نسبت زیادہ وحدت مقصد حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے ہیں۔ کہ ان کو اس بات کا پورا پورا احساس ہو گیا ہے کہ وہ ایک جداگانہ تہذیبی وجود رکھتے ہیں اور یہ تہذیبی وجود اس بات پر مبنی ہے کہ وہ مسلمان ہیں کہ تحریک پاکستان کا سبب بڑا اللہ لا الہ الا اللہ ہے۔ کہ ان کے دل اس آرزو سے بھر پور ہیں کہ وہ ایک ایسا سیاسی نظام قائم کریں جس میں مسلم نظریہ عالم، مسلم اخلاقیات اور مسلم معاشرتی تصورات کا پورا پورا اظہار ہو سکے۔ اور تم مجھ سے پوچھو گے کسی قدر بخوبیہ ہو کر کہ کیا یہ سب کچھ اسلام کے نقطہ نگاہ سے کچھ کم قابل لحاظ ہے؟

## پاکستان کا مطلب کیا؟

بحیثیت واقعہ میں ان سب باتوں کو ناقابل لحاظ نہیں سمجھتا۔ میں ان کو بڑا ذرا فی سمجھتا ہوں۔ میرا یقین ہے اور چودہ برس یقین ہے کہ ہندوستان میں اسلام کے لئے کوئی مستقبل نہیں جب تک کہ پاکستان ایک حقیقت نہ بن جائے۔ اور کہ اگر کوئی نہ بن جائے حقیقت بن جائے تو بالکل ممکن ہے کہ تمام مسلم دنیا میں ایک نئی انقلاب رونما ہو جائے۔ اور یہاں کا پاکستان دنیا کے سامنے اس بات کو ممکن ثابت کرنے کے جس طرح تیرہ سو سال پہلے ایک اسلامی نظام حیات قائم کر دیا گیا تھا۔ اسی طرح آج بھی قائم کیا جاسکتا ہے۔ لیکن اپنے دل سے سوال کرو کہ تحریک پاکستان کے تمام

ایک ضروری سوال :- کچھ عرصہ ہوا۔ عرفات کے فروری خبر میں نے یہ سوال پیش کیا تھا کہ فی الواقعہ اسلام ہمارا مطلوب ہے۔ اس سوال کا مقصد ناظرین کو محض دعوت فکر دینا نہیں تھا بلکہ یہ ایک ایسا سوال تھا جو ہم میں سے ہر شخص کو اپنے دل سے پوچھنا چاہیے۔ اور اب وقت آ گیا ہے کہ ہم میں سے ہر شخص اس سوال کا جواب دے مسلمانوں کے حال اور مستقبل پر اس کا جواب دے۔ اس کا اندازہ کرے اور دیانتداری کے ساتھ ہاں کہے یا اتنی ہی دیانتداری کے ساتھ نہیں کہے۔ اس وقت کی صورت حال یہ ہے کہ بے شمار مسلمان منہ سے کہتے ہیں "ہاں" اپنے اعمال سے کہتے ہیں نہیں۔ یعنی وہ اکثر اسلام اسلام پکارتے ہیں اور گہری عقیدت کے ساتھ یہ اعلان کرتے ہیں۔ کہ اسلام ہی بہترین نظام زندگی ہے۔ واحد نظام زندگی جو انسانیت کو مکمل تباہی سے بچا سکتا ہے۔ اور یہی ایک نصب العین ہے جس کے لئے کوشش کرنی چاہیے۔ لیکن اپنے شخصی معاملات میں اور معاشرتی طرز عمل میں وہ اسلام سے دور تر ہوتے چلے جاتے ہیں۔ ہماری موجودہ تاریخ میں اسلام کی گفتگو کبھی اتنی زیادہ نہیں ہوئی جتنی آج کل کے ہندوستان میں ہوئی ہے۔ اور مسلمانوں نے انفرادی زندگی اور اپنے قومی مسائل کو اسلام کی روح کے مطابق حل کرنے میں کبھی اتنی کم کوشش بھی نہیں کی ہوگی جتنی کی جا رہی ہے۔ تم میں سے بعض میرے اس مرحلے پر میرے اس دعویٰ کے خلاف احتجاج کریں گے کہ پاکستان کے تصور نے اس چھوٹے براعظم کے مسلمانوں میں جو جوش و خروش پیدا کر دیا ہے کیا وہ

اور وہ تعلیم یافتہ لوگ جو اس کی صنفِ اول میں ہیں کیا وہ ان اعتراضات میں پوری سنجیدگی سے کام لے رہے ہیں کہ اسلام اور صرف اسلام ہی ان کی جدوجہد کی آخری منزل ہے۔ کیا وہ اس امر سے فی الواقع واقف ہیں کہ جب وہ کہتے ہیں لا الہ الا اللہ تو اس کا تقاضا کیا ہوتا ہے۔ کیا جب ہم پاکستان کے خواب کی گفتگو کرتے ہیں تو ہم سب کا مطلب ایک ہی ہوتا ہے۔ یہ چند بڑے بڑے سوال ہیں اتنے بڑے کہ وہ اس تمام ہنگامے سے بلند ہیں۔ ان انفرادی قربانیوں سے بھی زیادہ بلند جو اتنے مسلمان مردوں اور عورتوں نے اس ملک میں کی ہیں اور کی جا رہی ہیں کیونکہ اسی سوال سے اس امر کا فیصلہ ہوگا کہ اسلام کو ایک عملی مسئلہ قرار دیکر یہ تمام قربانیاں دی جا رہی ہیں۔ یا ان کا مقصد صرف یہ ہے کہ ایک قومی مسلم حکومت قائم کر لی جائے تاکہ قوم کی اقتصادی حالت کو درست کیا جاسکے۔ ناظرین مجھے معاف کیجیو میں اپنے الفاظ کو دوبارہ دہرانا چاہتا ہوں۔ عرفات کے فروری کے نمبر میں صفحہ ۲۶ پر میں نے کہا تھا۔

”تحریک پاکستان ایک جدید اسلامی احیاء و ترقی کا نقطہ آغاز بن سکتا ہے بشرطیکہ مسلمان اس امر کو محسوس کرتے رہیں کہ اس تحریک کے تاریخی جواز کی یہ صورت نہیں کہ ہم اپنے لباس میں یا گفتگو میں یا علیک سلبک میں ملک کے دوسرے باشندوں سے مختلف وضع اور ہیئت رکھتے ہیں۔ یا دوسری قوموں سے ہمیں کچھ شکایات ہیں۔ یا ہم چاہتے ہیں کہ جو لوگ عرف اور عادت کے طور پر اپنے کو مسلمان کہتے ہیں ان کے لئے زیادہ اقتصادی مواقع اور ترقی کی زیادہ گنجائش پیدا کی جائے بلکہ جو نہ صرف اس امر میں پایا جاسکتا ہے کہ مسلمان ایک صحیح اسلامی نظام قائم کرنے کی خواہش رکھتے ہیں۔

دوسرے نغظوں میں وہ چاہتے ہیں کہ اسلام کے اصولوں کو اپنی عملی زندگی میں منظرِ ہرہ کر سکیں۔“

پاکستان اور مسلم نیشنلزم

القصد یہ ہے میرا پاکستان کا تصور اور میں سمجھتا ہوں کہ میرا یہ اندازہ غلط نہیں کہ بہت سے دوسرے مسلمانوں کا بھی یہی تصور ہے۔ میں نے کہا بہت سے اسب نہیں۔ ہن کی اکثریت نہیں۔ اس لئے کہ ہمارے تنہم یافتہ طبقے کا ایک بڑا حصہ پاکستان پر اس حیثیت سے غور نہیں کرتا۔ اس کے نزدیک اس کا مطلب اس کے سوا کچھ نہیں کہ منہوشان کے مسلمانوں کو منہ و دلوں کے غلبے سے نجات دلا دی جائے اور ایک ایسا سیاسی نظام قائم کیا جائے جس میں مسلمان قوم اقتصادی لحاظ سے روئے زمین پر اپنا مقام پیدا کر سکے۔

اسلام اس تصویر میں صرف اس حد تک آتا ہے کہ یہ قوم متعلقہ کا مذہب بھی ہے بالکل اسی طرح جس طرح کیتھولک مذہب آئرلینڈ کی تحریک آزادی کی تصویر میں آیا تھا۔ یعنی وہ اکثر آئرش لوگوں کا مذہب تھا۔ اور جس طرح آئرش کیتھولک مذہب ایک رائے عنصر تھا۔ ایک جذباتی اضافہ۔ آئرش قومیت کا۔ ٹھیک اسی طرح تحریک پاکستان کے اسلامی نعروں کے متعلق بھی اس امر کا اندیشہ ہے۔ کہ بہت سے مسلمانوں کے نزدیک ان کی حیثیت قومی خود مختاری کی جدوجہد کے لئے ایک جذباتی معاون کی ہو جائے۔

اس امر کو زیادہ صفائی کے ساتھ پیش کرنے کے لئے میں کہوں گا کہ ہمارے بہت سے بھائی اور بہنیں پاکستان دینی اور اسلامی مفاد کی پروا نہیں کرتے۔ اور وہ انہیں جذبات میں بے چارے جالے ہیں جو مشرک سے کچھ زیادہ مختلف نہیں۔

(باقی آئندہ)

# تبلیغی کتابیں

**جام حیات** { حیات بعد موت کے جملہ مسائل قرآن کریم اور حدیث نبوی علیہ السلام کی روشنی میں ایک جامع اور دل آزاانہ طرز تحریر سے مبارک کتاب تحریر کرائی گئی ہے جو

کہ ہر دوفریقین کیلئے مشعل ہدایت ثابت ہو سکتی ہے حضرت مولانا ظہور احمد صاحب مرحوم نے یہ کتاب مولانا محمد حسین صاحب شوق سابق صدر المدین دارالعلوم عربیہ سے اپنی زیرنگرانی تحریر کرائی تھی جو کہ اب کاغذ کی گرانی کے باوجود طبع کرائی گئی ہے کتاب دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے قیمت صرف ۹۰ محصول ڈاک ۱۰

**قائدانِ حسین** { اس میں نہایت محققانہ طریقہ سے حضرت

سے ثابت کیا گیا ہے کہ رسول خدا کے نواسے اور حضرت علی کے تحت جگر حضرت حسینؑ کو کہ بلا میں بلا کر طرح طرح کے مظالم میں مبتلا اور نہایت بیرحمی سے شہید کرنے والے شیعہ اور پیشوا یاں مذہب شیعہ تھے اس کتاب کو ضرور دیکھئے تاکہ شیعوں کی شیعیت کی حقیقت کھل جائے صفحات ۹۶ کتاب دلفریب طباعت دیدہ زیب کاغذ دیزر قیمت دس آنہ محصول ڈاک ۱۰

**آخری پیغام حق** { حضرت مولانا ظہور احمد صاحب جوئی رحمۃ اللہ علیہ کی آخری تقریر جو پہلے شعل اسلام

کے صفحات پر جلوہ گر ہو چکی ہے اور اُمید سے زیادہ مقبول ہو چکی ہے عام افادہ کیلئے کتابی شکل میں ہدیہ ناظرین کی گئی آخری پیغام حق کے متعلق حضرت سجادہ نشین تولد شریف تحریر فرماتے ہیں :-

”حضرت مکرم مغفور کے آخری کلمات نصائح نہایت ہی گہرے بہا ہیں اور ناظرین کی ہدایت کے لئے مشعل راہ ہیں“

قیمت دس آنہ محصول ڈاک ۱۰

# التبلیس

مصنف مولانا سید لایت حسین شاہ ضابطہ حیات کے کتاب شیعوں کے مشہور رسالہ ”نور ایمان“ کے جواب میں لکھی گئی ہے شیعوں کا یہ رسالہ لاکھوں کی تعداد میں طبع ہو کر ہزار ہائی نوجوانوں کی گمراہی کا باعث بن چکا ہے شیعوں کی رد و مساک طرف سے سینوں میں مفت تقسیم ہوتا رہتا ہے شیعوں کی اس فلت کفر کا عقلی و نقلی دلائل سے مہذب پیرا میں تبلیغ و رد اس کتاب میں موجود ہے شیعوں کے تمام مطامع اور اعتراضات کے جوابات دیئے گئے ہیں حصہ دوم ۸۰ حصہ سوم ۶۰ حصہ ختم ہو چکا ہے ہر دو حصہ طلب کرنے پر ۱۲۰ علاوہ محصول ڈاک ۱۰ جس میں مرزائے قادیانی کے اپنے قلم برقع آسمانی سے اس کے سوا سواغ و عقائد و عبادات و معاملات کا نامے تفصیل کے ساتھ درج کئے گئے ہیں علاوہ ان میں خلیفہ نور الدین اور مرزا محمود کے سوا سواغ حیات اور ان کے عقائد وغیرہ بیان کرنے کے بعد حیات مسیح کے مشعل پر عقلی و نقلی دلائل جمع کئے گئے ہیں اس کتاب نے مرزائیوں کا ناطقہ بند کر دیا ہے قیمت ۸۰ محصول ڈاک ۱۰

**فیصلہ شرعیہ بر حرمت تعزیہ** { مولوی محمد ہرالدین صاحب دام بکا تہم سابق خطیب جامع قلعہ شیخوپورہ کی تصنیف ہے جس میں آپ نے تعزیہ پر وجہ پر سیر کن بحث کی ہے کتاب کا مآخذ اشی سے زیادہ معتبر کتاب میں ہیں اور تقریباً ۲۰ مختلف بحثیں درج ہیں جنہیں ضمنی طور پر ہمیشہ تعداد اور ضروری مسائل بھی آگئے ہیں حضرت موصوف نے قرآن مجید اور احادیث صحیحہ معتبرہ تفاسیر متداولہ تصریحات ائمہ کرام قادیانیات علماء اعلام و مجتہدین عظام سے تعزیہ کی حرمت بیان کرنے کے علاوہ دس عقلی دلیلیں بھی تعزیہ پر وجہ کے حرام ہونے پر قائم کی ہیں اور مائنی حضرات کے جواز تعزیہ کی ۲۲ دلیلوں کے اسی سے زیادہ جواب دیئے ہیں اور یہ بھی بیان کیا ہے کہ ائمہ کرام سب اہلسنت والجماعت تھے نہ کہ شیعہ بلکہ وہ شیعہ ہونے سے

حضرت مولانا سید لایت حسین شاہ ضابطہ حیات کے کتاب شیعوں کے مشہور رسالہ ”نور ایمان“ کے جواب میں لکھی گئی ہے شیعوں کا یہ رسالہ لاکھوں کی تعداد میں طبع ہو کر ہزار ہائی نوجوانوں کی گمراہی کا باعث بن چکا ہے شیعوں کی رد و مساک طرف سے سینوں میں مفت تقسیم ہوتا رہتا ہے شیعوں کی اس فلت کفر کا عقلی و نقلی دلائل سے مہذب پیرا میں تبلیغ و رد اس کتاب میں موجود ہے شیعوں کے تمام مطامع اور اعتراضات کے جوابات دیئے گئے ہیں حصہ دوم ۸۰ حصہ سوم ۶۰ حصہ ختم ہو چکا ہے ہر دو حصہ طلب کرنے پر ۱۲۰ علاوہ محصول ڈاک ۱۰ جس میں مرزائے قادیانی کے اپنے قلم برقع آسمانی سے اس کے سوا سواغ و عقائد و عبادات و معاملات کا نامے تفصیل کے ساتھ درج کئے گئے ہیں علاوہ ان میں خلیفہ نور الدین اور مرزا محمود کے سوا سواغ حیات اور ان کے عقائد وغیرہ بیان کرنے کے بعد حیات مسیح کے مشعل پر عقلی و نقلی دلائل جمع کئے گئے ہیں اس کتاب نے مرزائیوں کا ناطقہ بند کر دیا ہے قیمت ۸۰ محصول ڈاک ۱۰

بہزار تھے اور یہ کہ کون سے ساداتِ مستحق اعزاز و عہدہ میں اور  
ماہِ محرم میں کیا کرنا چاہیے یہ پہلی مستقل و مدلل کتاب ہے  
جس کے پڑھنے سے ایک مسموئی استعداد و الٰہی اس مسئلہ  
پر مکمل طور پر گفتگو کر سکتا ہے۔ کاغذ عمدہ طبعاً تیار نہ ہو  
غنیامت قریباً دو سو صفحات قیمت صرف ۱۰۰ محصور لڑاکا علاوہ

تازیانہ نقشبندیہ { بکھڑی اس کتاب میں مرزا قادیانی کے ان اعتراضات کا مقل جواب دیا گیا ہے جو اس نے صوفیائے کرام پر کئے تھے قیمت صرف ۴۰ محسولہ اک ۱۰

اجتناب الحنفیہ اس رسالہ میں صد ہا علمائے اسلام کے  
واضح اور براہین قاطعہ سے فرقہ روافض و مرزائیہ کا اہتمام  
اور رافضی و مرزائی سے مٹنی عورت کا نکاح ناجائز ثابت  
کیا گیا ہے۔ حجم ۱۰۰ صفحہ قیمت ۴۰ محمولہ ایک اور

تحفہ میرزا اعظمی یعنی جلیل القدر شمس الاسلام کے جبریل علیہ السلام سے  
 کا ایڈیشن جو قادیان نمبر کے نام سے  
 موسوم ہوا تھا اس میں نہایت عمدہ مضامین قادیانیوں کے  
 رد میں درج ہوئے ہیں۔ قیمت ہر محصولہ ایک روپیہ  
 مولانا پیر قطب شاہ صاحب مذہب شیعوہ کے  
 تشیع و تبلیغ کے لئے لکھا گیا ہے۔ قیمت ہر  
 محصولہ دو روپے کا کثافت و فصاحت

ہدایات القرآن { علیہ ایموں نے مشہور رسالہ حقائق قرآن کا بیفغ و دنیغ اس سار کے ذریعہ مرزا یوں کے معاملات بھی دور ہو سکتے ہیں۔ عیسائی لاکھوں کی تعداد میں حقائق قرآن کو ہر سال مفت تقسیم کرتے ہیں۔ لہذا ہدایات القرآن کی وسیع اشاعت نہایت ضروری ہے۔ فی ستمبر ۱۹۲۲ء

رسالہ خیر جاری روڈ شاہ کساری { محمد صالح خاں صاحب

امرتاری۔ قیمت ایک آنہ (۱۰)

**مظلوم قوم** { تصنیف مولوی محمد حسن صاحب سلم بی بی  
اس کتاب میں مصنف نے اچھوتوں پر  
ہندوؤں کے مظالم اور اسلامی مساوات و اسلامی تعلیمات کو  
مؤثر طریقہ میں بیان کر کے اچھوتوں کو اسلام کی دعوت دی  
ہے۔ قیمت ۵/-

اسلامی جہاد کا ایک بڑا منظرہ ۹-۱۰ ستمبر ۱۹۷۹ء کو لاہور میں منعقد ہوا۔ اس میں فوج محمدی کے عظیم الشان انصار پامیلوں سے آلہ مکبر الصوت پر خطاب جس میں اسلامی جہاد کی حقیقت اور فوج محمدی کے نصب العین کو واضح کیا گیا ہے۔ اور عہد حاضر کی بعض ملحدانہ عسکری تنظیموں پر بے لاگ تبصرہ کیا گیا ہے۔ انمولانا ظہور احمد صاحب بلوچی امیر مجلس مرکزی حزب الانصار بھیرہ قیمت ۲۰/-

**خاکساری مذہب** : ضلع میانوالی کی اسلامی جماعتوں کے  
 نمایندگان کا اجتماع کے موقع پر مقام میانوالی  
 علماء کرام کی طرف سے خاکساری مذہب پر حقیقت افروز تبصرہ خوبصورت  
 ٹریکٹ شائع کر کے مسلمانوں میں تقسیم کیا گیا۔ انمولانا غفور احمد  
 صاحب گوئی امیر مجلس حزب الانصار بھرتہ قریب

خاکسارِ حقیت  
 جسکو بڑھ کر ہزاروں مسلمانوں کا ایمان مشرقی لہجہ کی کثیر تعداد سے تو بہ کر لیا گیا  
 دھم ہزاروں کی تعداد میں چھپ چکی ہے یہاں پر ان ایڈیشن ہے  
 مولانا ابی بکر محمد بہاء الحق قاسمی قیامت فی نسخہ ہر محصولہ  
 مولانا ابی بکر محمد بہاء الحق قاسمی قیامت فی نسخہ ہر محصولہ  
 مولانا ابی بکر محمد بہاء الحق قاسمی قیامت فی نسخہ ہر محصولہ

ملنے کا پتہ: میٹریجر حمیدہ شمس الاسلام بھیرہ (پنجاب)